خیر التنقید فی سیر التقلید

از قلم
حضرت مولانا خیر محمد جالندھری

منجانب
النعمان سوشل میڈیا سروسز

خَیْرُ التَّنْقِیْدُ فِیْ سَیْرِ التَّقْلِیْدُ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ عَلٰی سَیِّدِ الْاَنْبِیَاءِ وَالْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ الْمُہْتَدِیْنَ وَالْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَہِدِیْنَ وَمُتَّبِعِیْہِمْ بِاِحْسَانٍ اِلٰی یَوْمِ الدِّیْنِ اما بعد ہر کام کی خوبی اور برائی اس کے نتیجہ و مقصد کی خوبی و برائی سے پہچانی جاسکتی ہے اور اس کی مزمت و بے ضرورت کا فیصلہ بھی اسی سے ہوسکتا ہے کہ اس کے ثبوت و عدم ثبوت کا صحیح معیار شرعی دلائل سے بڑھ کر اور کیا ہوسکتا ہے یعنی اگر کسی کام کا مقصد مفید اور ضروری ہے تو وہ کام بھی عمدہ اور ضروری ہوگا۔ اور جس کام کے دلائل قرآن و حدیث و تعامل خیر القرون و سلفِ صالحین میں بکثرت پائے جائیں اس کے صحیح و ثابت ہونے میں بھلا کس کو شک و شبہ ہوسکتا ہے بس اسی معیار کے ماتحت مسئلہ تقلید ائمہ مجتہدین کو اس مختصر رسالہ میں نہایت سادگی کیساتھ اپنے حنفی بھائیوں کے سامنے پیش کرنے کا ارادہ کیا گیا ہے وَاللّٰہُ الْمُوَفِّقُ وَھُوَ یَھْدِی السَّبِیْلَ

مقصدِ تقلید دینِ اسلام کا وہ فریضہ جو بواسطہ سرورِ عالم نبی آخر الزمان حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قرآن مجید و حدیث شریف کی مخوظ اد پیاری شکل میں دنیائے عالم کے سامنے پیش کیا گیا ہے۔ اسکی پابندی اور حفاظت ہر مسلمان کا فرض اولی ہے اور اس فرض کے ممکن و مستحسن ذرائع کا حاصل کرنا

واجب۔ پس اس دورِ شر و فتن اور الحاد و زندقہ میں مسائل فرعیہ اجتہادیہ میں خود رائی کو چھوڑ کر مجتہدین ائمہ دین کی تقلید و اتباع کرنے میں جس قدر دین کی حفاظت ہے اور جس قدر عمل کی پابندی میں دلجمعی و تسلی ہے۔ ترک تقلید میں اس کا عشر عشیر (دسواں حصہ) بھی نہیں۔ پس تقلید ائمہ مجتہدین کا اصل مقصد دین کی حفاظت اور قرآن و حدیث پر بسہولت عمل[1] کرنا ہے۔ لہٰذا ایسی تقلید کی خوبی میں کسی سچے دیندار کو کلام نہیں ہو سکتا۔ مگر چونکہ اہل تجربہ کی شہادت سے اطمینان بڑھ جاتا ہے اس لئے ایک شافعی المذہب بزرگ کو اور ایک حنفی المذہب بزرگ کو اور تین علماء اہل حدیث کو شہادت میں پیش کیا جاتا ہے۔ لہٰذا بغور ملاحظہ فرما کر انصاف پسندی سے کام لیا جائے۔

پہلی شہادت | قطب ربانی عارف صمدانی شیخ عبد الوہاب شعرانی رحمہ اللہ تعالیٰ میزان کبریٰ صفحہ ۵۵ جلد ۱ میں تحریر فرماتے ہیں:۔

فَقَدْ بَانَ لَکَ یَا اَخِیْ مِمَّا نَقَلْنَاہُ عَنِ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ وَغَیْرِہِمْ اَنَّ جَمِیْعَ الْاَئِمَّۃِ الْمُجْتَہِدِیْنَ دَائِرُوْنَ مَعَ اَدِلَّۃِ الشَّرِیْعَۃِ حَیْثُ دَارَتْ وَاَنَّہُمْ کُلَّہُمْ مُنَزَّہُوْنَ عَنِ الْقَوْلِ بِالرَّاْیِ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ وَاَنَّ مَذَاہِبَہُمْ کُلَّہَا مُحَرَّرَۃٌ عَلَی الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ کَتَحْرِیْرِ الذَّہَبِ وَالْجَوْہَرِ اَنَّ اَقْوَالَہُمْ کُلَّہَا وَمَذَاہِبَہُمْ کَالثَّوْبِ الْمَنْسُوْجِ مِنَ الْکِتَابِ وَالسُّنَّۃِ سُدَاہُ وَلُحْمَتُہُ مِنْہُمَا فَمَا بَقِیَ لَکَ عُذْرٌ فِی التَّقْلِیْدِ لِاَیِّ مَذْہَبٍ شِئْتَ مِنْ مَذَاہِبِہِمْ فَاِنَّہَا کُلَّہَا طَرِیْقٌ اِلَی الْجَنَّۃِ کَمَا سَبَقَ بَیَانُہٗ اَوَاخِرَ الْفَصْلِ قَبْلَہٗ وَاَنَّہُمْ کُلَّہُمْ عَلٰی ہُدًی مِّنْ رَّبِّہِمْ وَاَنَّہٗ مَا طَعَنَ اَحَدٌ فِیْ قَوْلٍ مِّنْ اَقْوَالِہِمْ اِلَّا لِجَہْلِہٖ بِہٖ اِمَّا مِنْ حَیْثُ دَلِیْلِہٖ وَاِمَّا مِنْ حَیْثُ دِقَّۃِ مَدَارِکِہٖ عَلَیْہِ

---

[1] بعض علماء اہل حدیث کو بھی اس کا اقرار ہے کہ یہیں سے تقلید پیدا ہوئی۔ یہ طرز عمل ابتداءً تو ایک نیک نیتی اور خاص احتیاط پر مبنی تھا (الارشاد صفحہ ۱۳ و الکشاف جدید صفحہ ۵۵) ۱۲

لَا سِيَّمَا الْإِمَامُ الْأَعْظَمُ أَبُوْحَنِيْفَةَ النُّعْمَانُ بْنُ ثَابِتٍ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ الَّذِيْ أَجْمَعَ السَّلَفُ وَالْخَلَفُ عَلٰى كَثْرَةِ عِلْمِهٖ وَوَرْعِهٖ وَعِبَادَتِهٖ وَدِقَّةِ مَدَارِكِهٖ وَاسْتِنْبَاطَاتِهٖ لَمَا سَيَأْتِيْ بَسْطُهٗ فِيْ هٰذِهٖ الْفُصُوْلِ اِنْشَاءَ اللّٰهُ تَعَالٰى وَ حَاشَاهُ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُ مِنَ الْقَوْلِ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ بِالرَّأْيِ الَّذِيْ لَا يَشْهَدُ لَهٗ ظَاهِرُ كِتَابٍ وَلَا سُنَّةٍ ۔

ائمہ اربعہ وغیرہم کے اقوال منقولہ سے کم کو اے بھائی واضح ہو چکا کہ تمام ائمہ مجتہدین اولہ شرعیہ کے ساتھ ساتھ دائر ہیں۔ اور سب کے مذاہب دین الٰہی میں رائے زنی سے پاک ہیں اور قرآن وحدیث کی موافقت کی وجہ سے ایسے مزین ہیں جیسے سونا جواہرات سے ہوا کرتے ہیں اور ائمہ مجتہدین کے تمام اقوال ومذاہب اس کپڑے کی طرح ہیں جس کا تانا بانا قرآن وحدیث سے بنایا گیا ہے اور ان مذاہب میں سے جس کی چاہے تقلید کرا ب ترک تقلید میں تجھ کو کچھ بہانہ نہیں ہو سکتا اس لئے کہ ائمہ مجتہدین کے سب مذاہب جنت کے راستے ہیں۔ جیسا کہ پہلی فصل میں اس کا بیان گذرا ہے اور سب ائمہ مجتہدین اپنے پروردگار کی طرف سے ہدایت پر ہیں اور ان کے کسی قول پر طعن کرنے والا بوجہ جہالت کے یا ان کی دلیل سے ناواقف ہے یا ان کی دلیل سمجھنے کی استعداد نہیں رکھتا خصوصاً امام اعظم امام ابوحنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ (کے دلائل) جن کے کثرت علم اور پرہیز گاری اور عبادت اور باریکی دلائل واستنباطات پر سلف وخلف کا اجماع ہے جیسا کہ آئندہ فصول میں انشاء اللہ تعالیٰ آئے گا۔ اور امام صاحبؒ دین الٰہی میں ایسی رائے وقیاس سے پاک ہیں جس کی شہادت ظاہر قرآن وحدیث میں نہ ہو۔

دوسری شہادت | استاذ الہند حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دھلوی رحمہ اللہ تعالیٰ حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ج ۱ ص ۱۲۳ میں فرماتے ہیں

وَفِیْ ذٰلِكَ (التقلید) مِنَ المَصَالِحِ مَا لَا یَخْفٰی لَا سِیَّمَا فِیْ هٰذِهِ الْاَیَّامِ الَّتِیْ قَصُرَتِ الْهِمَمُ جِدًّا وَاُشْرِبَتِ النُّفُوْسُ الْهَوٰی وَاُعْجِبَ كُلُّ ذِیْ رَاْیٍ بِرَاْیِهٖ یعنی تقلید میں بے انتہا مصلحتیں ہیں جو (کسی دیندار پر) مخفی نہیں۔ بالخصوص موجودہ دور میں کہ جس میں کم ہمتی بے اندازہ ہے اور خواہش پرستی میں نفوس مستغرق ہیں اور ہر شخص اپنی اپنی رائے پر مغرور ہو رہا ہے۔

اور عقد الجید ص۳۳ میں فرماتے ہیں۔ اِعْلَمْ اَنَّ فِی الْاَخْذِ بِهٰذِهِ الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ مَصْلَحَةً عَظِیْمَةً وَّفِی الْاِعْرَاضِ عَنْهَا مَفْسَدَةً كَبِیْرَةً یعنی چاروں مذہبوں (حنفی۔ مالکی۔ شافعی حنبلی) کی تقلید کرنے میں بڑی بھاری مصلحت (بہت بڑا دینی فائدہ) ہے اور ترک تقلید میں بہت بڑا (دینی) نقصان ہے۔

تیسری شہادت | فرقہ اہل حدیث کے مجدد جناب نواب صدیق حسن خانصاحب بھوپال اپنی جماعت، اہل حدیث کے متعلق الحطہ فی ذکر الصحاح الستہ ص۶۷-۶۸ میں لکھتے ہیں:-

فَقَدْ نَبَتَتْ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ فِرْقَةٌ ذَاتُ سُمْعَةٍ وَّرِیَاءٍ تَدَّعِیْ لِنَفْسِهَا عِلْمَ الْحَدِیْثِ وَالْقُرْاٰنِ وَالْعَمَلِ بِهِمَا عَلٰی الْعِلَّاتِ فِیْ كُلِّ شَاْنٍ مَعَ اَنَّهَا لَیْسَتْ فِیْ شَیْءٍ مِّنْ اَهْلِ الْعِلْمِ وَالْعَمَلِ وَالْعِرْفَانِ۔ یعنی اس زمانہ میں ایک فرقہ شہرت پسند اور ریاکار ظہور پذیر ہوا ہے جو باوجود ہر طرح کی خامی کے.... اپنے لئے قرآن و حدیث پر علم و عمل کا مدعی ہے۔ حالانکہ اس کو علم و عمل اور معرفت کیساتھ دور کا بھی تعلق نہیں۔

اسی مضمون کے درمیان میں لکھتے ہیں:-

فَیَالِلّٰهِ الْعَجَبُ مِنْ اَیْنَ یُسَمُّوْنَ اَنْفُسَهُمُ الْمُوَحِّدِیْنَ الْمُخْلِصِیْنَ وَغَیْرَهُمْ بِالْمُشْرِكِیْنَ وَهُمْ اَشَدُّ النَّاسِ تَعَصُّبًا وَّغُلُوًّا فِی الدِّیْنِ۔

یعنی بڑے تعجب کی بات ہے کہ غیر مقلدین کیونکر اپنا نام خالص موحد رکھتے ہیں اور مقلدین کو (تقلید ائمہ دین کی وجہ سے) مشرک بدعتی کہتے ہیں۔ حالانکہ غیر مقلدین تمام لوگوں میں سے خود سخت متعصب اور غالی ہیں۔

پھر اسی مضمون کے ختم پر لکھتے ہیں:۔

فَمَاهٰذَا دِیْنٌ اِنَّ هٰذَا اِلَّا فِتْنَةٌ فِی الْاَرْضِ وَفَسَادٌ کَبِیْرٌ یہ (طریقہ جو غیر مقلدین کا ہے) کوئی دین نہیں۔ یہ تو زمین میں فتنہ اور بہت بڑا فساد ہے۔

چوتھی شہادت

مولانا محمد حسین صاحب بٹالوی مرحوم اہلحدیث رسالہ اشاعۃ السنۃ نمبر ۴ جلد ۱۱ مطبوعہ ۱۸۸۸ء میں فرماتے ہیں:۔

پچیس برس کے تجربہ سے ہم کو یہ بات معلوم ہوئی ہے کہ جو لوگ بے علمی کے ساتھ مجتہد مطلق اور مطلق تقلید کے تارک بن جاتے ہیں وہ آخر اسلام کو سلام کر بیٹھتے ہیں۔ کفر و ارتداد و فسق کے اسباب دنیا میں اور بھی بکثرت موجود ہیں۔ مگر دینداروں کے بے دین ہو جانے کے لئے بے علمی کے ساتھ ترک تقلید بڑا بھاری سبب ہے گروہ اہل حدیث میں جو بے علم یا کم علم ہو کر ترک مطلق تقلید کے مدعی ہیں وہ ان نتائج سے ڈریں۔ اس گروہ کے عوام آزاد اور خود مختار ہوتے جاتے ہیں۔ انتہیٰ۔

پانچویں شہادت

قاضی عبد الواحد صاحب خانپوری مرحوم اہلحدیث کتاب التوحید والسنۃ فی رد اہل الالحاد والبدعۃ (الملقب بہ) اظہار کفر ثناء اللہ بجمیع اصول آمنت باللہ کے صـ۲۶۲ میں فرماتے ہیں۔ پس اس زمانہ کے جھوٹے اہلحدیث مبتدعین مخالفین سلف صالحین جو حقیقت ماجاء الرسول سے جاہل ہیں وہ صفت میں وارث اور خلیفہ ہوئے ہیں شیعہ و روافض کے یعنی جس طرح شیعہ پہلے زمانوں میں باب اور دہلیز کفر و نفاق کے تھے اور مدخل ملاحدہ و زنادقہ کا تھے اسلام کی طرف اسی طرح یہ جاہل بدعتی اہلحدیث اس زمانہ میں باب اور دہلیز اور مدخل ہیں

ملاحدہ اور زنادقہ منافقین کے بعینہ مثل اہل تشیع کے (اِلیٰ ان قال) مقصود یہ ہے کہ رافضیوں میں ملاحدہ تشیع ظاہر کرکے حضرت علی اور حسنین رضی اللہ عنہم کی غلو کے ساتھ تعریف کرکے سلف کو ظالم کہہ کر گالی دیں اور پھر جس قدر الحاد و زندقہ پھیلائیں۔ کچھ پرواہ نہیں۔ اسی طرح ان جہال بدعتی کا ذب اہل حدیثوں میں ایک دفعہ رفع یدین کرے اور تقلید کا رد کرے اور سلف کی ہتک کرے۔ مثل امام ابوحنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کی جن کی امامت فی الفقہ اجماع امت کیساتھ ثابت ہے اور پھر جس قدر کفر بالاعتقادی اور الحاد اور زندیقیت ان میں پھیلا دے بڑی خوشی سے قبول کرتے ہیں اور ایک ذرہ چین بجبین بھی نہیں ہوتے اگرچہ علماء اور فقہا اہل سنت ہزار دفعہ ان کو متنبہ کریں۔ ہرگز نہیں سنتے سبحان اللہ مَا اَشْبَهَ اللَّيْلَةَ بِالْبَارِحَةِ اور سر اس کا یہ ہے کہ وہ مذہب و عقائد اہل السنۃ والجماعت سے نکل کر اتباع سلف سے مستنکف و متکبر ہو گئے ہیں۔ فَافْهَمْ وَتَدَبَّر۔ انتھٰی۔

ضرورت اجتہاد و تقلید

مسائل شرعیہ دو قسم کے ہیں۔ ایک وہ کہ جن کا ثبوت ایسی آیات اور ایسی احادیث صحیحہ سے صراحۃً ہے کہ جن میں بظاہر کوئی تعارض نہیں معلوم ہوتا اور وہ کئی وجوہ کو بھی محتمل نہیں بلکہ ان مسائل پر ان کی دلالت قطعی ہے۔ ایسے مسائل کو منصوصہ غیر متعارضہ کہتے ہیں ایسے مسائل میں مجتہد اجتہاد نہیں کیا کرتا کیونکہ اجتہاد کرنے کیلئے یہ شرط ہے کہ وہ حکم صراحۃً منصوص نہ ہو جب یہ محل اجتہاد ہی نہ ہوئے تو پھر ایسے مسائل میں کسی کی تقلید کی حاجت نہ رہی۔

دوسری قسم وہ مسائل ہیں کہ جن کا ثبوت صراحۃً کسی آیت یا حدیث صحیح سے نہیں پایا جاتا یا ثبوت تو پایا جاتا ہے مگر وہ آیت یا حدیث کئی وجوہ کی محتمل ہے یعنی ایک معنی پر دلالت کرنے میں قطعی نہیں یا وہ کسی دوسری آیت و حدیث سے بظاہر متعارض ہے۔ ایسے مسائل کو اجتہادیہ اور غیر منصوصہ کہتے ہیں۔ ان کا صحیح حکم مجتہد

کے اجتہاد سے معلوم ہو سکتا ہے۔ چونکہ تمام جزئیات اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس و ناکس بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور ان میں اجتہاد کو دخل نہ ہو۔ بلکہ بہت سے مسائل اجتہادیہ ہیں کہ جن میں اجتہاد کی سخت ضرورت ہے۔ لہذا امت کے بعض افراد کو ایسی قوت استنباط و اجتہاد کا عطا کیا جانا ضروری تھا کہ جس کے ذریعہ وہ نصوص میں غور و فکر کر کے مسائل جزئیہ اجتہادیہ غیر منصوصہ کے احکام نکال کر عامۂ امت کے لئے عمل کرنے کا راستہ آسان کر دیں۔ گو وہ حضرات جو ہر وقت دربار نبوی میں حاضری کا شرف رکھتے تھے۔ ان کو اس قوت سے کام لینے کی ضرورت نہ پڑتی تھی۔ کیونکہ آپ کی تو ذات اقدس ہی ہر سوال کا کافی شافی جواب ہوا کرتی ہے ؎

اے لقائے تو جواب ہر سوال مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مگر وہ حضرات جو اُس زمانہ میں دربار نبوی (مدینہ طیبہ) سے باہر قیام پذیر تھے یا وہ حضرات جو بعد میں حلقہ بگوش اسلام ہونے والے تھے یا وہ جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے۔ وہ اس قوتِ اجتہاد کی طرف اشد درجہ کے محتاج اور حاجتمند تھے۔ کیونکہ ان کے دین کی پوری حفاظت اس[1] قسم کے مسائل (اجتہادیہ) میں اسی اجتہاد سے ہی ہو سکتی تھی۔ اس لئے حق تعالیٰ نے خیر القرون میں بیشمار صحابہ کرامؓ و تابعین و تبع تابعین عظام و من بعدہم (رضی اللہ عنہم اجمعین) کو اس دولت اجتہاد سے نوازا جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت صاف لفظوں میں اجتہاد

---

[1] مجتہد کی طرف رجوع کرنے کی ضرورت کا احساس اور اقرار اہل حدیث نے بھی کیا ہے اور باقی احکام کو اجمالی حالت پر چھوڑا جن کی تفصیل اور قوت سے فعل میں لانے کیلئے مجتہدین کی ضرورت ہوئی۔ مجتہدین نے ان کو اپنے اپنے فہم کے مطابق ظاہر کیا۔ پس مجتہدین کو جن مسائل سے اصلی تعلق ہے وہ وہی ہیں جنکی تصریح شارع سے ثابت نہیں ہوئی یا ان نصوص کے معانی کا بیان جن کے اشکال کا رفع اجتہادی علم ہی پر موقوف ہے۔ لہذا ایک غیر مجتہد کو کسی مجتہد کی طرف رجوع کی ضرورت ہے تو ایسے ہی تو تھور

کی تحسین وتصویب فرمائی ۔ مشکوٰۃ شریف صفحہ ۳۲۴ باب العمل فی القضاء والخوف منہ فصل ثانی میں ہے ۔ عَنْ مُعَاذِ بْنِ جَبَلٍ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَمَّا بَعَثَہٗ اِلَی الْیَمَنِ قَالَ کَیْفَ تَقْضِیْ اِذَا عَرَضَ لَکَ قَضَاءٌ قَالَ اَقْضِیْ بِکِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ کِتَابِ اللّٰہِ قَالَ فَبِسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ فَاِنْ لَّمْ تَجِدْ فِیْ سُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ قَالَ اَجْتَہِدُ رَأْیِیْ وَلَا اٰلُوْ قَالَ فَضَرَبَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلٰی صَدْرِہٖ وَقَالَ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ الَّذِیْ وَفَّقَ رَسُوْلَ رَسُوْلِ اللّٰہِ لِمَا یَرْضٰی بِہٖ رَسُوْلُ اللّٰہِ (رواہ ابوداؤد والترمذی والدارمی) ۔

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت معاذؓ کو ملک یمن کی طرف (حاکم بناکر) بھیجنے کا ارادہ کیا تو دریافت فرمایا ۔ کہ (وہاں) جب تمہارے سامنے مقدمات پیش ہونگے تو کیسے فیصلے دیا کرو گے ۔ انہوں نے عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کرونگا ۔ آپ نے فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ دو گے ۔ انہوں نے عرض کیا کہ پھر حدیث سے ، آپ نے فرمایا کہ اگر حدیث میں (بھی اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر انہوں نے عرض کیا کہ پھر میں اپنی ہمت کے موافق پورا پورا اجتہاد کیا کروں گا (اور اجتہاد کے موافق فیصلہ دیا کروں گا) اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوشی سے) معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک کا شکر ہے ۔ جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی ۔ جس سے خدا کا پیغمبر خوش ہو رہا ہے ۔

الغرض زمانہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سے لیکر حضرات مجتہدین نے مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے ذریعہ احکام ظاہر کرنیکا سلسلہ شروع کیا اور غیر مجتہدین نے یہ سمجھ کر کہ حضرات مجتہدین علم اور فہم اور تقویٰ و دیانت میں ہم سے بڑھے ہوئے ہیں ۔ انہوں نے بذریعہ اجتہاد جو کچھ معلوم کیا ہے وہ درحقیقت یا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں جو ان کو اختصار موقوف کی صورت میں ذکر کر دی گئی ہیں یا دریا صحیح استنباطات

ہیں جو نصوص سے لئے گئے ہیں۔ بہر صورت وہ قابلِ اتباع ہیں ان کے مجتہدات پر اعتبار کرکے عمل کرنا شروع کر دیا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ انصاف ص ۲۰-۲۱ میں فرماتے ہیں

وَلْيَسْتَدِلَّ بِأَقْوَالِ الصَّحَابَةِ وَالتَّابِعِيْنَ عِلْمًا مِنْهُمْ أَنَّهَا أَحَادِيْثُ مَنْقُوْلَةٌ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِخْتَصَرُوْهَا فَجَعَلُوْهَا مَوْقُوْفَةً (اِلٰى عَنْ قَالَ) اَوْ يَكُوْنُ اسْتِنْبَاطًا مِنْهُمْ مِنَ الْمَنْصُوْصِ اَوِ اجْتِهَادًا مِنْهُمْ بِآرَائِهِمْ وَهُمْ اَحْسَنُ صَنِيْعًا فِيْ كُلِّ ذٰلِكَ مِمَّنْ يَجِيْئُ بَعْدَهُمْ وَاَكْثَرُ اِصَابَةً وَّاَقْدَمُ زَمَانًا وَاَوْعٰى عِلْمًا فَتَعَيَّنَ الْعَمَلُ بِهَا اھ

اور (اہل طبقہ تبع تابعین) صحابہؓ وتابعین کے اقوال سے استدلال کیا کرتے تھے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ یہ اقوال یا تو حدیثیں ہیں منقول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کہ ان کو مختصر کرکے موقوف بنالیا ہے اور یا یہ اقوال صحابہ وتابعین کے حکم منصوص سے خود ان کے استنباط ہیں یا ان کی راؤں سے بطور اجتہاد (لئے گئے ہیں) اور حضرات صحابہ کرامؓ اور اور تابعین ان سب باتوں میں ان لوگوں سے بہتر ہیں جو ان سے پیچھے ہوئے اور صواب بیان کرنے میں زیادہ اور زمانہ کے اعتبار سے سب بیشتر اور علم کے لحاظ سے سب سے بڑھکر ہیں۔ اسی لئے ان کے اقوال پر عمل کرنا متعین ہوا۔

سلف پر اعتبار کرنا شریعت کی جڑ ہے

پس خدا کے نیک بندوں دین کے ہادیوں پر حسن ظن اور اعتبار و اعتماد کرنا وہ دولت ہے کہ آج ہماری نظر میں جو کچھ دین کے نشانات پائے جاتے ہیں سب اعتبار و اعتماد کا ہی صدقہ ہیں۔ گویا کہ اعتبار و اعتماد تمام شریعت کی جڑ ہے۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ عقد الجید ص ۳۶ میں فرماتے ہیں:-

اِنَّ الْاُمَّةَ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّعْتَمِدُوْا عَلَى السَّلَفِ فِيْ مَعْرِفَةِ الشَّرِيْعَةِ

فَالتَّابِعُوْنَ اِعْتَمَدُوْا فِیْ ذٰلِكَ عَلَی الصَّحَابَةِ وَتَبَعُ التَّابِعِیْنَ اِعْتَمَدُوْا عَلَی التَّابِعِیْنَ وَهٰكَذَا فِیْ كُلِّ طَبَقَةٍ اِعْتَمَدَ الْعُلَمَاءُ عَلٰی مَنْ قَبْلَهُمْ وَالْعَقْلُ یَدُلُّ عَلٰی حُسْنِ ذٰلِكَ لِاَنَّ الشَّرِیْعَةَ لَا تُعْرَفُ اِلَّا بِالنَّقْلِ وَالْاِسْتِنْبَاطِ وَالنَّقْلُ لَا یَسْتَقِیْمُ اِلَّا بِاَنْ یَاْخُذَ كُلُّ طَبَقَةٍ عَمَّنْ قَبْلَهَا بِالْاِتِّصَالِ ۔

یعنی معرفتِ شریعت میں تمام امت نے بالاتفاق سلف گذشتہ پر اعتماد (واعتبار) کیا ہے۔ چنانچہ تابعین نے صحابہؓ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتبار کیا۔ اسی طرح ہر طبقے میں پچھلے علماء پہلوں پر اعتماد و اعتبار کرتے چلے آئے ہیں عقلِ سلیم بھی اسی طریق کو پسند کرتی ہے۔ کیونکہ شریعت بغیر نقل و استنباط کے معلوم نہیں ہوسکتی اور نقل اسی طرح ٹھیک ہوسکتی ہے کہ ہر طبقہ میں پچھلے لوگ پہلوں سے بالاتصال لیتے چلے جائیں ۔

تعریف تقلید جب یہ معلوم ہوچکا کہ تمام شریعت کی طرح ہی سلف گذشتہ پر اعتبار و اعتماد ہے تو اب تقلید کے معنی سمجھنا بھی آسان ہوگیا کہ کسی آدمی کا کسی بزرگ پیشوائے دین کے قول وفعل کو محض حسن ظن کی بنا پر تسلیم کرکے اس پر عمل کرلینا اور اپنے تسلیم و عمل کو اس بزرگ کی دلیل کے معلوم ہونے تک ملتوی نہ کرنا اصطلاح میں یہی تقلید ہے

(۱) مولانا قاضی محمد اعلیٰ تھانویؒ اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون مطبوعہ کلکتہ کے ص ۱۱۷۸ میں بعض شروح حسامی سے نقل فرماتے ہیں :-

اَلتَّقْلِیْدُ اِتِّبَاعُ الْاِنْسَانِ غَیْرَهٗ فِیْمَا یَقُوْلُ اَوْ یَفْعَلُ مُعْتَقِدًا لِلْحَقِیْقَةِ مِنْ غَیْرِ نَظَرٍ اِلَی الدَّلِیْلِ كَاَنَّ هٰذَا الْمُتَّبِعَ جَعَلَ قَوْلَ الْغَیْرِ اَوْ فِعْلَهٗ قِلَادَةً فِیْ عُنُقِهٖ مِنْ غَیْرِ مُطَالَبَةِ دَلِیْلٍ یعنی تقلید کے اصطلاحی معنی یہ ہیں کسی آدمی کا دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا محض حسن عقیدت سے (ایسی اتباع) جس کی ابتداء دلیل کے غور کرنے پر مبنی نہیں ۔ گویا کہ اس اتباع کنندہ (مقلد) نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے

گلے کا ہار بنا لیا ہے۔ بلا دلیل طلب کرنے کے۔

(۲) علامہ ابن ملک اور علامہ ابن العینی شرح منار مصری کے صفحہ ۲۵۲ میں فرماتے ہیں۔ وَهُوَ عِبَارَةٌ عَنِ اتِّبَاعِهٖ فِيْ قَوْلِهٖ اَوْ فِعْلِهٖ مُعْتَقِدًا لِلْحَقِيَّةِ مِنْ غَيْرِ تَأَمُّلٍ فِي الدَّلِيْلِ یعنی تقلید نام ہے دوسرے کے قول یا فعل کی اتباع کرنا حسن ظن وعقیدت کی بنا پر بغیر اس کے کہ اس کی دلیل کے فکر میں پڑے۔

(۳) نامی شرح حسامی مطبوعہ مجتبائی صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے:۔

اَلتَّقْلِيْدُ اِتِّبَاعُ الْغَيْرِ عَلٰى ظَنِّ اَنَّهٗ مُحِقٌّ بِلَا نَظَرٍ فِي الدَّلِيْلِ۔ یعنے دوسرے کو اہل حق خیال کرتے ہوئے اس کی دلیل کے فکر میں پڑنے کے بغیر اس کا اتباع کر لینا تقلید ہے۔

تینوں تعریفوں کا حاصل ایک ہی ہے کہ مجتہد کے قول وفعل کو معلوم کر کے محض حسن ظن وعقیدت کی بنا پر عمل کرے اور تسلیم وعمل کے وقت مجتہد کی دلیل کی فکر نہ کرے اور نہ اس سے دلیل طلب کرے۔ خواہ بعد میں وہی دلیل معلوم ہو جائے یا اپنے مطالعہ وتجسس سے اس مسئلہ کے متعلق بہت سے دلائل معلوم ہو جائیں یہ تقلید کے منافی نہیں۔

تنبیہ اول | مذکورہ بالا تینوں تعریفوں سے ظاہر ہوا کہ لفظ تقلید اور اتباع مقلدین کی اصطلاح میں مترادف ہیں۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر کے صفحہ ۱۲۲ جلد ۱ میں فرماتے ہیں:۔

لَا يُقَلِّدُ دِيْنَ اِلَّا صَاحِبَ الشَّرْعِ اہل حدیث کے مایہ ناز مصنف حکیم ابو یحییٰ محمد شاہ جہانپوری اپنی کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد کے صفحہ ۱۵ میں عبارت مذکورہ کا ترجمہ کرتے ہیں۔ شارع کی تقلید (اتباع) کرنے سے شیخ المشائخ حضرت مولانا

رشید احمد صاحب گنگوہی رحمہ اللہ تعالیٰ اپنے رسالہ سبیل الرشاد کے ص۲ میں فرماتے ہیں۔ اور اتباع و تقلید کے معنے واحد ہیں[1]۔

اس سے معلوم ہوا کہ جن لوگوں[2] نے اتباع و تقلید میں فرق کیا ہے وہ ان کی خاص اصطلاح ہے جو ہم پر حجت نہیں ہو سکتی۔ لامناقشۃ فی الاصطلاح۔

تنبیہ دوم | مفہوم تقلید میں ابتداءً بوقت تسلیم و عمل کے عدم مطالبہ دلیل داخل ہے اور عدم دلیل یا عدم علم بالدلیل داخل نہیں۔ لہٰذا بعض لوگوں کا یہ کہنا کہ تقلید لازم جہالت ہے کیونکہ اسکی ماہیت میں عدم معرفت دلیل داخل ہے یا یہ کہنا کہ ہدایہ جیسی مدلل کتاب کے پڑھنے پڑھانے والے مقلد نہیں رہ سکتے۔ صحیح نہیں۔ کیونکہ تقلید معرفت دلیل کے منافی نہیں[3] اور اگر کوئی تقلید کی تعریف اپنی طرف سے

---

[1] مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری نے بھی اس عبارت کو اپنے رسالہ حدیث نبوی اور تقلید شخصی ص۱۶ میں لکھکر اس پر سکوت اختیار کیا ہے اور اپنی عادت کے موافق اسپر انکاری نوٹ نہیں لکھا۔ حالانکہ اس سے پہلے ص۱۵ میں مطلق تقلید کی تقسیم پر منطقی لہجہ میں اعتراض کر چکے ہیں لہٰذا بطور لزوم ان کو بھی اتباع و تقلید میں اتحاد تسلیم ہوا۔ ۱۲

[2] جیسا کہ حافظ ابن قیم نے اعلام الموقعین ص۱۶۳ ج۲ میں لکھا ہے کہ تقلید بعض قول بلا معرفت دلیل کے قبول کرنیکا نام ہے اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنے کا نام۔ ۱۲

[3] اس تقریر سے بحمد اللہ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری کے اعتراض و اشکال مندرجہ رسالہ تقلید شخصی و سلفی ص۵۱ اور مندرجہ رسالہ فقہ و فقیہہ از ص۸ تا ص۱۲ اور ص۲۶-۲۷ اور مندرجہ رسالہ "اجتہاد و تقلید" از ص۲ تا ص۳ کا پورا جواب ہو گیا۔ کیونکہ سب اشکالات کا مشترک حاصل یہ ہے۔* تقلید کی ہر سہ مندرجہ بالا تعریفوں میں جو لفظ الدلیل ہے اس پر لام عہدی ہے۔ مراد اس سے وہ خاص دلیل ہے جسکو مجتہد نے پیش نظر رکھ کر اجتہاد کیا ہے اور من غیر نظر الی الدلیل اور من غیر تامل فی الدلیل کی تفسیر ہے من غیر مطالبۃ الدلیل اب حاصل یہ ہوا کہ بوقت اتباع مجتہد کی خاص دلیل کی طلب اور تحقیق نہ کرنا بلکہ محض حسن ظن کی بنا پر اسکی اتباع کر لینا تقلید ہے اسکے بعد مجتہد کی اسی خاص دلیل یا دوسری کا بدون طلب از مجتہد معلوم ہو جانا یا دوسرے کسی عالم سے دلیل طلب کر لینا یا مطالعہ کتب کے ذریعہ یا اپنے فہم و ذکاوت کے ذریعہ دلائل پر اطلاع پا لینا یا عوام کی تفہیم کے لئے یا مناظرہ میں منازعین کی زباں بندی کے لئے دلائل کا بیان کر دینا مفہوم تقلید کے منافی نہیں اور تقلید جہالت و بے علمی کا نام نہیں۔ فافہم۔ ۱۲۔

بیان کر کے تقلید اور علم میں منافاۃ کا قائل ہو تو یہ اسکی خاص اصطلاح ہوگی جو ہم پر حجت نہیں ہوسکتی اور اگر مسلّم الثبوت والی تعریف (التَّقْلِیْدُ الْعَمَلُ بِقَوْلِ الْغَیْرِ مِنْ غَیْرِ حُجَّۃٍ) سے کسی کو وہم ہو تو اس کا جواب یہ ہے کہ اس تعریف میں پہلی تعریف کے قرینہ سے مضاف محذوف ہے (ای من غیر مطالبۃ حجۃ) یعنے دلیل طلب کرنے کے بغیر دوسرے کی بات پر عمل کر لینا تقلید ہے۔

تقلید شخصی و غیر شخصی

شرعی تقلید کی اصطلاحی تعریف کے معلوم ہونے کے بعد اب یہ تقسیم سُنیئے مطلق تقلید دو قسم پر ہے شخصی اور غیر شخصی۔ تقلید شخصی یہ ہے کہ ایک خاص مجتہد کی طرف جو مذہب منسوب ہے اسکے جملہ مسائل مفتیٰ بہا کو دلیل کے طلب کرنے کے بغیر قبول کر لینا اور اسکو اپنے عمل کیلئے کافی سمجھنا عام اس سے کہ ان مسائل مفتیٰ بہا میں سے بعض مسائل خود اس امام مجتہد کے ہوں اور بعض اس کے شاگردوں کے اور بعض اسکے علماء مقلدین کے مگر سب کا مجموعہ ایک مذہب معیّن کہلاتا ہو کہ جس کی نسبت ایک خاص امام کی طرف کی جاتی ہو۔

اور تقلید غیر شخصی یہ ہے کہ مختلف مذاہب کے متعدد مجتہدین کے مسائل کو انکی دلیل طلب کرنے کے بغیر اپنا معمول ٹھہرا نا یعنی کوئی مسئلہ کسی مجتہد کے مذہب کا اور کوئی مسئلہ کسی مجتہد کے مذہب کا لے کر عمل کر لینا اور ایک معین مجتہد کے مذہب کی جملہ مسائل مفتیٰ بہا میں پابندی نہ کرنا۔

تقلید غیر شخصی کا رواج

جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد مبارک میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم اجمعین کیلئے مسائل جزئیہ و واقعات حادثہ میں عمل کرنے کے تین راستے کھلے ہوئے ہیں:۔ ذاتِ اقدس جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ اجتہاد۔ تقلید۔ جب کسی جزئیہ میں کسی صاحب کو تردد ہوتا تو بشرط قرب ملاقات آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم سے اپنی تشفی حاصل کر کے عمل

کرلیتے اور اگر بوجہ بُعدِ مکانی وغیرہ ملاقات نہ ہوسکتی تو بذریعہ قاصد یا مکاتبت دریافت کرنیکی کوشش کرتے اور اگر یہ بھی نہ ہوسکتا تو بشرط قوت اپنے اپنے اجتہاد و استنباط سے کام لیکر عمل کرلیتے اور اگر قوت اجتہاد میسّر نہ ہوتی یا اس سے کام نہ لینا چاہتے تو جو عالم مل جاتا اس سے دریافت کرتے وہ اپنی روایت یا درایت سے جو کچھ جواب دیتا پورے وثوق و اعتبار سے اس پر یقین کرلیتے ۔ چونکہ ان حضرات کا مقصود خالص عمل ہوتا تھا اسلئے اسکا راستہ تلاش کرکے مشغول بکار ہوجاتے اور قیل و قال میں وقت کو ضائع نہیں کیا کرتے تھے ۔ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال کے بعد ایسے مسائل (غیر منصوصہ اجتہادیہ) میں صرف دو ہی چیزوں (اجتہاد و تقلید) پر عمل کا مدار رہ گیا ۔ اور خدا کے فضل سے مجتہدین بیشمار تھے مگر کسی کے اصول و قواعد منضبط نہ ہوئے تھے اور فروع و مسائل بھی مدون نہ ہوئے تھے اس لئے کسی خاص معین مجتہد کے مسائل اجتہادیہ پر اطلاع پاکر اسکے مذہب معین کی پابندی کرنا اور اس پر عمل کرنا سخت دشوار بلکہ ناممکن تھا ۔ ادھر غیر مجتہدین حضرات میں تدیّن و تقوے اور اخلاص عمل کا جذبہ موجزن تھا لہٰذا جسکو جو مجتہد مل جاتا اسی سے ضرورت کا مسئلہ دریافت کرکے عمل کرلیتا اور اس مسئلہ میں اسی کی تقلید کرلیتا کسی خاص مجتہد کی تقلید کی پابندی نہ تھی اور نہ یہ اس وقت ہو سکتی تھی ۔ تخمیناً دوسری صدی کے آخر تک اسی طریقہ سے تقلید غیر شخصی جاری رہی اور اس کا ایسا عام رواج رہا کہ کسی قابل اعتبار بزرگ نے اس پر انکار نہیں کیا ۔ حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ تعالیٰ عقد الجید ص۳۳ میں فرماتے ہیں :۔

لِاَنَّ النَّاسَ لَمْ یَزَالُوْا مِنْ زَمَنِ الصَّحَابَۃِ اِلٰی اَنْ ظَھَرَتِ الْمَذَاھِبُ الْاَرْبَعَۃُ یُقَلِّدُوْنَ مَنِ اتَّفَقَ مِنَ الْعُلَمَاءِ مِنْ غَیْرِ نَکِیْرٍ مِنْ اَحَدٍ یُّعْتَبَرُ اِنْکَارُہٗ وَلَوْ کَانَ ذَالِکَ بَاطِلًا لَاَنْکَرُوْہُ ۔

کیونکہ صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے زمانہ سے لیکر چار مذہبوں کے ظہور تک سب

لوگوں کا یہی دستور (رواج) رہا ہے کہ جو عالم (مجتہد) مل جاتا اسی کی تقلید کر لیتے اس پر کسی ایسے آدمی نے انکار نہیں کیا جو معتبر ہو۔ اور اگر یہ تقلید باطل ہوتی تو بیشک وہ حضرات اس پر اعتراض کرتے (مگر کسی نے اعتراض نہیں کیا تو معلوم ہوا کہ ایسی تقلید سب کو پسندیدہ تھی) انتہیٰ۔

تقلید شخصی کا رواج دوسری صدی میں جب علماء ربانی نے بالہام الٰہی اصول و فروع کی تدوین و تالیف کا سلسلہ رفتہ رفتہ شروع کیا تو کچھ کچھ مسائل کے ایسے مجموعے پائے جانے لگے جن سے بعض بعض مجتہدین کے مذہب کا پتہ چلنے لگا اور ان مجتہدین کے قابل تلامذہ نے اپنے اپنے بزرگوں کے مذاہب کے بقا اور ترویج میں بھی کوشش کرنی شروع کر دی تو دوسری صدی کے بعد اکثر لوگوں میں تقلید شخصی کے رواج کی ابتداء ہوئی۔ مگر چونکہ ان مذاہب مدونہ کے مجموعوں کا استعداد عام رواج نہ ہوا تھا کہ ہر جگہ اور ہر شخص کو باسانی میسر آسکیں اور مجتہدین کی تعداد بھی غیر محصور تھی۔ اسلئے جن لوگوں کو مذاہب مدونہ پورے طور پر میسر نہ آئے وہ اسوقت بھی حسب دستور سابق تقلید غیر شخصی پر عامل رہے اور بہتوں نے ایک ایک مذہب معین پر پابندی کر کے تقلید شخصی کا التزام کر لیا اور وہ تقلید شخصی بھی ان چار مذاہب مشہورہ میں منحصر نہ تھی۔ کیونکہ ان چار مذاہب کے سوائے اور بھی بعض بعض مجتہدوں کے مذاہب پائے جاتے ہیں۔ چوتھی صدی تک یہی رواج رہا۔

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ انصاف کے صفحہ ۵۹ میں فرماتے ہیں:
وَبَعْدَ الْمِأَتَيْنِ ظَهَرَ فِيْهِمُ التَّمَذْهُبُ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ بِأَعْيَانِهِمْ وَقَلَّ مَنْ كَانَ لَا يَعْتَمِدُ عَلٰى مَذْهَبِ مُجْتَهِدٍ بِعَيْنِهٖ وَكَانَ هٰذَا هُوَ الْوَاجِبُ فِيْ ذٰلِكَ الزَّمَانِ۔ اور دو صدیوں کے بعد لوگوں میں معین مجتہدوں کا مذہب اختیار کرنا ظاہر ہوا اور ایسے کم آدمی تھے جو مجتہد معین کے مذہب (کی تقلید شخصی) پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔

اور اُس وقت تقلید شخصی ہی واجب تھی۔

اور حجۃ اللہ البالغۃ جلد اول کے صـ۱۳۲ میں فرماتے ہیں:۔

اِعْلَمْ اَنَّ النَّاسَ کَانُوْا قَبْلَ الْمِائَۃِ الرَّابِعَۃِ غَیْرَ مُجْتَمِعِیْنَ عَلَی التَّقْلِیْدِ الْخَالِصِ لِمَذْھَبٍ وَّاحِدٍ بِعَیْنِہٖ۔

یعنے چوتھی صدی سے پہلے سب لوگوں میں صرف تقلید شخصی ہی (تنہا) نہ پائی جاتی تھی بلکہ بعض لوگوں میں اس وقت تک تقلید غیر شخصی کا بھی وجود تھا)

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار مگر چوتھی صدی کے اندر جبکہ مذاہب اربعہ (حنفی۔مالکی۔شافعی۔حنبلی) کی کتب فقہ تدوین ہو کر اقطار عالم میں پھیل گئیں۔ اور ان مذاہب میں سے کسی نہ کسی پر ہر جگہ اور ہر شخص کو عمل کرنا آسان ہو گیا۔ اور بتقدیر الٰہی ان چار مجتہدوں (امام ابو حنیفہ۔ امام مالک امام شافعی۔ امام احمد بن حنبل رحمہم اللہ تعالیٰ) کے سوائے جن دیگر مجتہدوں کے چوتھی صدی سے قبل مذاہب کچھ نہ کچھ پائے جاتے تھے۔ سامان حفاظت کے کافی نہ ہونے کی وجہ سے وہ سب ختم ہو گئے اور ان چاروں مذاہب مشہورہ کے سوائے کوئی مذہب اہلسنت والجماعت کا مرجع نہ رہ گیا اور بوجہ ارتفاع ضرورت کے اجتہاد میں بھی کمی آگئی۔ تو بمشیت الٰہیہ چوتھی صدی میں ان چاروں ائمہ کے مذاہب میں تقلید شخصی کا انحصار متعین ہو گیا۔

حضرت شاہ صاحب دہلوی عقد الجید کے صـ۳۸ میں فرماتے ہیں:۔

وَلَمَّا انْدَرَسَتِ الْمَذَاھِبُ الْحَقَّۃُ اِلَّا ھٰذِہِ الْاَرْبَعَۃَ کَانَ اِتِّبَاعُھَا اِتِّبَاعًا لِلسَّوَادِ الْاَعْظَمِ وَالْخُرُوْجُ عَنْھَا خُرُوْجًا عَنِ السَّوَادِ الْاَعْظَمِ۔

یعنی بجز مذاہب اربعہ دوسرے مذاہب حقہ معدوم ہو گئے تو انہیں چاروں کا اتباع سواد اعظم کا اتباع ٹھہرا۔ اور ان سے نکلنا سواد اعظم سے نکلنا ہوا۔

اور علامہ ابن خلدون نے مقدمہ تاریخ میں لکھا ہے۔ دیار و امصار میں انہیں ائمہ اربعہ پر تقلید ٹھہر گئی اور ان کے سوا جو امام تھے ان کے مقلدین ناپید ہو گئے اور لوگوں نے اختلافات کے دروازے اور راستے بند کر دیئے اور جونکہ اصطلاحات علمیہ مختلف ہو گئیں اور لوگ رتبہ اجتہاد تک پہنچنے سے باز رہ گئے اور اس امر کا خوف پیدا ہوا کہ کہیں اجتہاد ایسے شخص کی طرف منسوب نہ ہو جائے جو اس کا اہل نہ ہو۔ یا اس کی رائے یا دین قابل وثوق نہ ہو۔ لہذا علمائے زمانہ نے اجتہاد سے اپنا عجز ظاہر کر دیا اور اس کے دشوار ہونے کی تصریح کر دی اور انہیں مجتہدین کی تقلید کے لئے جن کے لوگ مقلد ہو رہے تھے لوگوں کو ہدایت کرنے لگے اور چونکہ تداول تقلید میں تلاعب ہے لہذا کبھی ان کی اور کبھی ان کی تقلید کرنے سے لوگوں کو منع کرنے لگے اور صرف نقل مذاہب باقی رہ گئی اور بعد تصحیح اصول و اتصال سند بالروایۃ ہر مقلد اپنے اپنے مجتہد کی تقلید کرنے لگا۔ اور فقہ سے آج بجز اس امر کے کچھ اور مطلب نہیں اور دعویٰ زمانہ میں اجتہاد مردود اور اس کی تقلید مہجور ہے اور اہل اسلام انہیں ائمہ اربعہ کی تقلید پر قائم ہو گئے ہیں۔ انتہی۔

عبارت یہ ہے۔ ووقف التقلید فی الامصار عند هولاء الاربعة و درس المقلدون لمن سواهم وسد الناس باب الخلاف وطرقه ولما كثر تشعب الاصطلاحات فی العلوم ولما عاق عن الوصول الی رتبة الاجتهاد ولما خشی من اسناد ذالك الی غیر اهله ومن لا یوثق برأیه ولا بدینه فصرحوا بالعجز والاعواز وردوا الناس الی تقلید هولاء كل من اختص به من المقلدین وحظروا ان یتداول تقلیدهم لما فیه من التلاعب ولم یبق الا نقل مذاهبهم وعمل كل مقلد بمذهب من قلده منهم بعد تصحیح الاصول واتصال سندها بالروایة لا محصول الیوم للفقه غیر هذا ومدعی الاجتهاد لهذا العهد مردود على عقبه مهجور تقلیده وقد صار اهل الاسلام الیوم على تقلید هولاء الائمة الاربعة (منقول از اشعۃ الجید ص ۹-۱۲)

مذاہب اربعہ میں تقلید شخصی کا انحصار فضل الٰہی ہے

مسائل اجتہادیہ غیر منصوصہ میں مجتہد سے تو کسی صورت میں استغنا ہو نہیں سکتا اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کے سوائے باقی مذاہب حقہ چوتھی صدی تک ختم ہو گئے۔ اور ائمہ اربعہ کے برابر کسی پچھلے آنے والوں کے مجتہد بننے کی توقع بھی نہ رہی تو اب دو ہی صورتیں تھیں۔ یا تو لوگ اپنے اپنے خیالات کو کافی سمجھ کر اتباع ہوئے کے گناہ میں مبتلا ہوتے اور یا ائمہ اربعہ کے مذاہب حقہ محفوظہ کی تقلید اختیار کر کے اتباع ہوئے سے محفوظ رہتے سو حق تعالیٰ نے اپنے فضل سے بدون کسی ظاہری دباؤ اور لالچ[1] کے ان لوگوں میں ائمہ اربعہ کی تقلید شخصی کی محبت پیدا کر کے ان کے دین کو اتباع ہوئے کے گناہ سے بچا لیا۔

(۱) حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلویؒ الصاف کے ص۶۳ میں فرماتے ہیں:۔

وَبِالْجُمْلَةِ فَالتَّمَذْهُبُ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ سِرٌّ اَلْهَمَهُ اللّٰهُ تَعَالٰى الْعُلَمَاءَ وَجَمَعَهُمْ عَلَيْهِ مِنْ حَيْثُ يَشْعُرُوْنَ اَوْلَا يَشْعُرُوْنَ۔

خلاصہ یہ کہ مجتہدین کے مذاہب پر پابند (تقلید شخصی) ہونا ایک راز ہے جس کو اللہ تعالیٰ نے علماء (کے قلوب میں) الہام فرمایا اور ان کو اس پر جمع فرمایا ہے (تقلید شخصی کی خوبیاں) خواہ وہ سمجھیں یا نہ سمجھیں۔

---

[1] یعنی غیر مقلدین کا یہ زعم کہ پہلے بزرگوں میں تقلید شخصی کے عام رواج کا سبب حب مال اور حب جاہ یعنی حکومت تقلیدی کے وظائف اور قضاء و افتاء کے عہدے کا لالچ اور سلاطین کا رعب خوف ہوا ہے۔ دیکھو الارشاد مصنفہ حکیم ابو یحییٰ محمد شاہجہانپوری از ص۲۳۵ تا ص۲۴۳ وغیرہ بزرگان دین پر سراسر بہتان افتراء اور اہل تشیع کی طرح تقیہ کا الزام ہے یہاں ص۲۵۱ وغیرہ سے یہ ظاہر ہوتا ہے کہ اس وقت کے اہلحدیث علماء اوپر سے مذاہب اربعہ میں ایک مذہب کے معتقد ہونا ظاہر کر دیا کرتے تھے اور اخیر عمر تک وہ اسی کے پابند رہے لہٰذا لوگ انکو مقلد ہی سمجھتے رہے مگر وہ درحقیقت مقلد نہ تھے۔ غیر مقلدین کو یہ عقیدہ مبارک ہو۔ ۱۲

(۲) علامہ ابن امیر الحاج کتاب التقریر والتحبیر فی شرح التحریر مطبوعہ مصر کے ص۲۵۴ جلد ثالث میں فرماتے ہیں:-

وَالْحَاصِلُ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الْاَرْبَعَةَ انْخَرَقَتْ بِهِمُ الْعَادَةُ عَلٰی مَعْنَی الْكَرَامَةِ عِنَايَةً مِّنَ اللّٰهِ تَعَالٰی بِهِمْ اِذَا قِيْسَتْ اَحْوَالُهُمْ بِاَحْوَالِ اَقْرَانِهِمْ ثُمَّ اشْتِهَارُ مَذَاهِبِهِمْ فِيْ سَائِرِ الْاَقْطَارِ وَاجْتِمَاعُ الْقُلُوْبِ عَلَی الْاَخْذِ بِهَا دُوْنَ مَا سِوَاهَا اِلَّا قَلِيْلًا عَلٰی مَمَرِّ الْاَعْصَارِ-

حاصل یہ کہ ائمہ اربعہ (کی تقلید میں مذاہب کا انحصار) رحمتِ الٰہی سے بطور خرقِ عادت ان کی کرامت کی دلیل ہے جبکہ ان کے احوال کو ان کے ہم زمانہ بزرگوں کے احوال پر جانچا جائے۔ پھر اطرافِ عالم میں ان کے مذاہب کی شہرت اور باوجود امتدادِ زمانہ باستثنائے قلیل بہ نسبت دوسروں کے انہیں چار مذہبوں کی (تقلید شخصی کی) پابندی کی طرف سب قلوب کا مجتمع ہونا (دیکھا جائے تو لامحالہ ان کی مقبولیت عنداللہ کا اقرار کرنا پڑے گا) انتہی۔

(۳) مولانا شیخ احمد جیون تفسیر احمدی ص۲۹۷ میں فرماتے ہیں:-

وَالْاِنْصَافُ اَنَّ انْحِصَارَ الْمَذَاهِبِ فِي الْاَرْبَعَةِ وَاتِّبَاعَهُمْ فَضْلٌ اِلٰهِيٌّ وَقَبُوْلِيَّةٌ عِنْدَ اللّٰهِ تَعَالٰی لَا مَجَالَ فِيْهِ لِلتَّوْجِيْهَاتِ وَالْاَدِلَّةِ-

انصاف یہ ہے کہ چار اماموں اور ان کے مقلدین میں مذاہب کا منحصر ہونا محض فضلِ الٰہی اور عنداللہ قبولیت کی علامت ہے۔ توجیہات اور ادلہ کو اس میں دخل نہیں۔

(۴) مولانا عبدالحی لکھنوی مرحوم غیث الغمام ص۵ میں فرماتے ہیں:-

وَفِيْهِ اِشَارَةٌ اِلٰی اَنَّ انْحِصَارَ الْمَسَالِكِ فِي الْمَذَاهِبِ الْاَرْبَعَةِ الْمَشْهُوْرَةِ فِي الْاَزْمِنَةِ الْمُتَاَخِّرَةِ اَمْرٌ اِلٰهِيٌّ وَفَضْلٌ رَبَّانِيٌّ لَا يَحْتَاجُ اِلٰی اِقَامَةِ الدَّلِيْلِ-

اس میں اس طرف اشارہ ہے کہ پچھلے زمانہ میں تقلید شخصی کا چاروں مذہبوں میں منحصر ہونا محض حکم الٰہی اور فضل ربانی ہے۔ کسی دلیل کا محتاج نہیں۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ نے انصاف کے ص۹۲ میں لکھا ہے۔ کہ مجتہد[1] کی چوتھی علامت یہ ہے کہ اس کیلئے قبولیت آسمان سے اُترے (یا نیلو ہا) کہ اسکے علم کی طرف علماء مفسرین اور محدثین اور ارباب اصول اور حفاظ کتب فقہ گروہ در گروہ جھک پڑیں اور اس مقبولیت اور علماء کے متوجہ ہونے پر زمانہائے دراز گزر جائیں۔ یہاں تک کہ یہ قبولیت دلوں کی تہ میں گھس جائے۔ سو الحمد للہ یہ علامت ائمہ اربعہ میں پوری پائی جاتی ہے۔ لہٰذا مذاہب اربعہ بلاشبہ عند اللہ مقبول ہیں۔

اہل کشف کے کشف سے حقیت مذاہب اربعہ کی تائید

اسی لئے پہلے سے اصحاب کشف کو انکے مکاشفات میں حق تعالیٰ نے مذاہب اربعہ کے حق ہونے کا معائنہ کرایا ہے ان میں سے ایسے دو[2] بزرگوں کے کشف کا ذکر کیا جاتا ہے جن کے مکاشفات کے صحیح ہونے کے اکابر علماء اہلحدیث بھی قائل ہیں۔

(۱) قطب ربانی امام شعرانی[3] میزان کبریٰ کے ص۲۶ میں فرماتے ہیں:۔

---

[1] عبارت یہ ہے۔ وخصلة رابعة تتلوها وهی ان تنزل له القبول من السماء فیقبل الی علمه جماعات من العلماء من المفسرین والمحدثین والاصولیین وحفاظ کتب الفقه ویمضی علی ذالک القبول والاقبال قرون متطاولة حتی یدخل ذالک فی صمیم القلوب ۱۲۔

[2] نواب صدیق حسن خاں صاحب مرحوم اہلحدیث لکھتے ہیں۔ کشف اولیاء و الہام شاں موجب علم ظنی است۔ الخ (ریاض المرتاض ص۳۸) و اگر کشف دو کس باہم متوافق شود ظن غالب شود (ایضاً ص۳۸) اس لئے ہم نے دو بزرگوں کو شہادت میں پیش کیا ہے۔ ۱۲

[3] ان کو نواب صاحب موصوف نے تاج مکلل میں صوفی عالم محدث صاحب کرامات کثیرہ و تالیفات لطیفہ متبع سنت مجتنب عن البدعۃ جامع بین الشریعۃ والطریقۃ لکھا ہے۔ ۱۲

وَقَدْ تَقَدَّمَ اَنَّ اللّٰہَ تَعَالٰی لَمَّا مَنَّ عَلَیَّ بِالْاِطِّلَاعِ عَلٰی عَیْنِ الشَّرِیْعَۃِ رَاَیْتُ الْمَذَاہِبَ کُلَّہَا مُتَّصِلَۃً بِہَا وَرَاَیْتُ مَذَاہِبَ الْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ تَجْرِیْ جَدَاوِلُہَا کُلُّہَا وَرَاَیْتُ جَمِیْعَ الْمَذَاہِبِ الَّتِیْ اِنْدَرَسَتْ قَدِ اسْتَحَالَتْ حِجَارَۃً وَرَاَیْتُ اَطْوَلَ الْاَئِمَّۃِ جَدْوَلًا اَلْاِمَامَ اَبَاحَنِیْفَۃَ وَیَلِیْہِ الْاِمَامُ مَالِکٌ وَیَلِیْہِ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ وَیَلِیْہِ الْاِمَامُ اَحْمَدُ بْنُ حَنْبَلٍ۔الخ یعنے اوپر گذر چکا کہ جب مجھ کو اللہ تعالٰے کے احسان سے عین شریعت سے اطلاع ہوگئی تو کشف میں کل مذاہب کو شریعۃ کے دریا سے متصل پایا اور ائمہ اربعہ کے مذاہب کو دیکھا کہ ان کی نہریں جاری ہیں اور جو مذاہب حقہ مندرس ہو گئے ہیں وہ خشک ہوکر پتھر نظر آرہے ہیں۔ اور سب سے بڑی نہر امام ابوحنیفہؒ کی دیکھی۔ پھر اس کے قریب قریب امام مالکؒ کی پھر امام شافعیؒ کی۔ پھر امام احمد بن حنبلؒ کی۔

(۲) امام ربانی حضرت مجدد[1] الف ثانیؒ مکتوبات کی جلد دوم کے مکتوب پنجاہ وپنجم میں فرماتے ہیں۔ بے[2] شائبہ تکلیف وتعصب گفتہ میشود کہ نورانیت ایں مذہب حنفی بنظر کشفی در رنگ دریائے عظیم مے نماید و سائر مذاہب در رنگ حیاض وجداول بنظرمے درآیند۔ وبظاہر ہم کہ ملاحظہ نمودہ مے آید سواد اعظم از اہل اسلام متابعان ابی حنیفہ اند۔ انتہی۔

حضرت مجدد صاحب رحمۃ اللہ علیہ نے جو مذہب حنفی کو اپنے کشف میں ایک بھاری دریا

---

[1] حضرت مجدد صاحبؒ کے کشفوں کے متعلق جناب نواب صدیق حسن خانصاحب اہلحدیث لکھتے ہیں علومرتبہ کشفہائے مجدد الف ثانی دریافت باید کرد کہ از سرشیرہ صحو سرزدہ وگاہے مخالف شرع منقادہ بلکہ بیشتر را شرح سویداست (ریاض المرتاض ص۲) یعنی حضرت مجدد الف ثانی (رحمہ اللہ تعالیٰ) کے مکاشفات بہت عالی پایہ ہیں کہ ہوشیاری (بیداری) سے ہوا کرتے ہیں اور شرع (شریف) کے مخالف کبھی نہیں ہوتے بلکہ اکثر کی شرع میں تائید ہوتی ہے۔ [2] یعنی تکلف وتعصب کے بغیر کہا جاتا ہے کہ نظر کشفی میں مذہب حنفی کی نورانیت وسیع دریا کی طرح نمایاں ہوتی ہے اور باقی مذاہب (حفظ) حوضوں اور ندیوں کی طرح نظر آتے ہیں اھ نیز ظاہر بھی نظر آتا ہے کہ امام ابوحنیفہ کے متبعین کی جماعت بڑی ہے۔ ۱۲

کی شکل میں دیکھا۔ اس کی مزید تائید اس سے ہوتی ہے کہ ۲۲۳ھ میں جب واثق عباسی نے سد سکندری کا حال دریافت کرنے کو کچھ لوگ بھیجے تو وہاں کے لوگوں کو حنفی المذہب پایا۔ جناب نواب صدیق حسن خاں صاحب قنوجی اہلحدیث ریاض المرتاض کے صفحہ ۲۱۶ میں بحوالہ مسالک الممالک لکھتے ہیں:۔

محافظان سد[1] کہ در انجا بودند ہمہ دین اسلام داشتند و مذہب حنفی۔ زبان عربی و فارسی مے گفتند اما از سلطنت عباسیہ بے خبر بودند۔

اثبات تقلید چونکہ دین کے اماموں کی تقلید ایک امر الٰہی اور پسندیدہ خدا و رسول تھی اور ابتدائے اسلام ہی سے اسکی محبت کا بیج اہل ایمان کے قلوب میں بو یا گیا تھا اور اس کی ضرورت[2] کا اس قدر احساس ہوچکا تھا کہ دوسری صدی کے آخر تک بصورت غیر شخصی سب میں اور دوسری صدی کے بعد تیسری کے آخر تک اکثر لوگوں میں بصورت شخصی اور بعض میں بصورت غیر شخصی اور چوتھی صدی میں سب لوگوں میں بصورت شخصی تقلید کا اظہار و شیوع ہوا اور آج تک تقلید شخصی کا رواج بدستور چلا آ رہا ہے۔ اس لئے اس کا ثبوت چنداں دلائل کا محتاج نہیں۔ مگر کچھ عرصہ سے فرقہ اہل حدیث نے اس سنت اسلامیہ قدیمہ سے غلو و مبالغہ کیساتھ انکار کر کے بھولے بھالے مقلدین کو ائمہ دین کی تقلید سے روکنا شروع کیا ہوا ہے اس لئے دلائل شرعیہ کو بھی بیان کیا جاتا ہے۔

---

[1] یعنی سد سکندری کے تمام محافظ (باشندے) مسلمان حنفی المذہب تھے اور عربی و فارسی زبان سے واقف تھے۔ مگر حکومت عباسیہ سے بے خبر تھے۔

[2] بلکہ فرقۂ اہلحدیث کے پیشواؤں کو بھی مجبوراً اس کا اقرار کرنا پڑا۔ مولوی ثناء اللہ صاحب امرتسری لکھتے ہیں۔ یہ بات قو طے ہوچکی کہ بے علم کو عالم کی تقلید ضرور چاہیے۔ (رسالہ تقلید شخصی صفحہ ۲) اور مولوی نذیر حسین صاحب مرحوم دہلوی نے تقلید کی تقسیم کر کے ایک قسم کو واجب اور ایک قسم کو مباح کہا ہے (دیکھو معیار الحق صفحہ ۱۴۱)۔ ۱۲

سلسلۂ دلائل اگرچونکہ مطلق تقلید کے وقوع وتحقق کا ثبوت بعینہٖ اس کی دو قسموں (شخصی وغیر شخصی) میں سے ایک قسم کا لاعلی التعیین ثبوت ہے[1] کیونکہ مطلق کے وقوع وتحقق کے لئے اسکی کسی نہ کسی قسم کا وقوع و تحقق ضروری ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ہر ایک قسم پر جداگانہ دلائل بیان کرنے کی حاجت نہیں۔ بلکہ مطلق تقلید کے وجوب استحسان پر دلائل کا پیش کرنا کافی ہوگا۔

قرآن مجید سے تقلید کا ثبوت

پہلی آیت یَا اَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَطِیْعُوا اللّٰهَ وَاَطِیْعُوا الرَّسُوْلَ وَاُولِی الْاَمْرِ مِنْكُمْ (سورہ نساء پ) اے ایمان والو تم کہنا مانو اللہ کا اور کہنا مانو پیغمبر اور اولی الامر (دین کے مجتہدوں) کا جو تم میں سے ہیں۔

اولی الامر کی تفسیر کتب تفسیر میں اولی الامر کی تفسیر دو طرح سے آئی ہے۔ دنیاوی حکام یعنی بادشاہان اسلام باعتبار سیاست مدنیہ۔ اور دینی حکام یعنی علماء مجتہدین باعتبار علم ظاہری اور شیوخ طریقت باعتبار علم باطنی مگر یہاں پر علماء مجتہدین کو مراد لینا زیادہ راجح ہے کیونکہ دنیاوی دینی احکام میں خود مختار نہیں بلکہ علمائے شریعت کے فتووں پر چلنے کے مکلف ہیں۔ لہذا علمائے شریعت دنیاوی حکام کے بھی حاکم ہوئے۔

امام فخرالدین رازی تفسیر کبیر مصری کے جلد ۳ صفحہ ۳۳۴ میں فرماتے ہیں۔

وَخلاصتها اَنَّ اَعْمَالَ الْاُمَرَاءِ وَالسَّلَاطِیْنِ مَوْقُوْفَةٌ عَلٰی فَتَاوٰی

---

[1] اگر کہا جائے کہ غیر مقلدین کو صرف تقلید شخصی سے انکار ہے تو جواب میں کہا جائیگا کہ غیر شخصی ان کو تسلیم ہے یا نہیں۔ بصورت تسلیم وہ غیر مقلد نہ رہے بلکہ بوجہ قیام ماخذ ان کو اپنا لقب مقلد تجویز کرنا چاہیئے اور بصورت نفی دونوں قسموں کا انکار مطلق تقلید کے انکار کو مستلزم ہوا۔ ۱۲

اَلْعُلَمَاءِ وَالْعُلَمَاءَ فِي الْحَقِيْقَةِ اُمَرَاءُ الْاُمَرَاءِ فَكَانَ حَمْلُ لَفْظِ اُوْلِی الْاَمْرِ عَلَيْهِمْ اَوْلٰى -

یعنی حکام اور سلاطین کے امور دینیہ علماء کے فتووں پر موقوف ہیں۔ اور علماء درحقیقت حکام کے بھی حاکم ہیں۔ لہٰذا بقاعدہ علماء اصول (المطلق اذا اطلق یراد به الفرد الکامل) لفظ اولی الامر سے علماء مراد لینا زیادہ راجح ہے نیز خیر القرون میں سے حضرت ابن عباس۔ حضرت جابر بن عبداللہ۔ حضرت عطاء حضرت مجاھد حضرت حسن بصری۔ حضرت ضحاک۔ حضرت ابو العالیہ۔ حضرت امام مالک حضرت ابن ابی نجیح رضی اللہ عنہم اجمعین کا علماء وفقہاء سے اولی الامر کی تفسیر فرمانا دوسری تفسیر کے راجح ہونے کی مزید تائید کرتا ہے۔

تنبیہ | ہاں یہ یاد رہے کہ اولی الامر کی تفسیر میں جو علماء وفقہا کا لفظ آیا ہے اس سے مراد صرف مجتہدین ہیں اسلئے کہ دوسری آیت میں اولی الامر کی تفسیر اہل استنباط سے آئی ہے اور وہ خاص علماء مجتہدین ہی ہوا کرتے ہیں۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں۔

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِی الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (سورہ نساء رکوع ۱۱) -

اور اگر یہ لوگ اس امر کو پیغمبر (صلی اللہ علیہ وسلم) کی طرف اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف پھیر دیتے تو وہ لوگ جو ان میں سے استنباط (واجتہاد) کر نیوالے ہیں معلوم کر لیتے۔

تفسیر بیضاوی کے حاشیہ میں اَلَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ کے اوپر لکھا ہے هُمُ الْعُلَمَاءُ الْمُجْتَهِدُوْنَ (وہ مجتہد علماء ہیں)۔ امام فخر الدین رازی لکھتے ہیں :-

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى اَوْجَبَ طَاعَةَ اُولِی الْاَمْرِ وَالَّذِيْنَ لَهُمُ الْاَمْرُ وَالنَّهْيُ فِي

---

[1] حوالوں کیلئے دیکھئے تفسیر فتح البیان صفحہ ۵۰۸ جلد ۱۔ خازن صفحہ ۳۹۷ جلد ۱۔ مدارک صفحہ ۳۹۶۔ ابن جریر صفحہ ۸۸ جلد ۵۔ کبیر صفحہ ۳۳۴ جلد ۳ وغیرہا۔ ۱۲ منہ

الشَّرْعِ لَيْسَ إِلَّا هٰذَا الصِّنْفُ مِنَ الْعُلَمَاءِ لِأَنَّ الْمُتَكَلِّمَ الَّذِي لَا مَعْرِفَةَ لَهُ بِكَيْفِيَّةِ اِسْتِنْبَاطِ الْأَحْكَامِ مِنَ النُّصُوْصِ لَا اِعْتِبَارَ بِأَمْرِهٖ وَنَهْيِهٖ وَكَذٰلِكَ الْمُفَسِّرُ وَالْمُحَدِّثُ الَّذِي لَا قُدْرَةَ لَهُ عَلَى اِسْتِنْبَاطِ الْأَحْكَامِ مِنَ الْقُرْاٰنِ وَالْحَدِيْثِ (تفسیر کبیر صہ ۲۴ جلد ۳ مطبوعہ مصر) ۔

کیونکہ اللہ تعالیٰ نے اولی الامر کی اطاعت واجب کی اور شرع میں جن کو امر و نہی کا حق حاصل ہے وہ علماء مجتہدین ہی ہیں اس لئے کہ جو عالم متکلم نصوص سے احکام مستنبط کرنے کی معرفت نہیں رکھتا اس کے امر و نہی کا کچھ اعتبار نہیں علیٰ ہٰذا جو مفسر و محدث کہ قرآن و حدیث سے استنباط احکام پر قادر نہیں (اس کے بھی امر و نہی کا کچھ اعتبار نہیں ۔)

جب یہ معلوم ہو چکا کہ شرع کے اولی الامر مجتہدین ہیں اور یہ امر ظاہر ہے کہ اتباع اسی وقت تک کیا جاتا ہے جب تک تابع متبوع کے درجے کو نہ پہنچے ۔ تو اس آیت کریمہ سے صاف ثابت ہوا کہ وہ مسلمان جو خود مجتہد نہیں اس کو کسی مجتہد کا حکم بجا لانا اور کہنا ماننا واجب ہے رہی یہ بات کہ وہ حکم مجتہد کی روایت ہو یا درایت (اجتہاد) اور محض حسن ظن سے مجتہد کا حکم مان لیا جائے یا اس سے دلیل بھی طلب کی جائے سو اسکا فیصلہ بھی آیت کریمہ ہی کے الفاظ میں کیا گیا ہے اس طرح پر کہ پہلے درجہ میں خدا کے حکم ماننے کا امر فرمایا گیا ہے دوسرے درجہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حکم ماننے کا امر فرمایا گیا ہے اور تیسرے درجہ میں مجتہدین کے کہنے پر چلنے کا حکم دیا گیا ہے اب غور کرو کہ مجتہدین کی جو روایت قرآن اور حدیث سے ہوگی وہ بعینہٖ پہلے دو حکموں میں داخل ہوتی ۔ اسکو علیحدہ ذکر کرنے کی ضرورت کیا ۔ نیز روایت تو غیر مجتہدین کی بھی واجب الاطاعت ہے بشرطیکہ وہ ثقہ ہوں پھر مجتہدین کی تخصیص کا کیا فائدہ ۔ لہٰذا تیسرے درجہ میں مجتہدین کی درایت (یعنی اجتہادی مسائل) کا واجب الاطاعۃ ہونا متعین ہوا ۔ اور اولی الامر کو بلا اعادہ فعل

(اَطِیْعُوا) الرَّسُوْلَ پر عطف کر کے یہ اشارہ کیا گیا۔ کہ جس طرح جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن کی بنا پر واجب ہے اسی طرح حضرات مجتہدین کے مسائل اجتہادیہ کی اطاعت بھی دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن کی بنا پر واجب ہے۔ گو دونوں جگہ منشار حسن ظن مختلف ہے۔ پہلی جگہ منشار رسالت ہے جس کی اطاعت واجب قطعی ہے اور دوسری جگہ منشار حسن ظن مجتہدین کا تقوے واجتہاد صحیح ہے جس کی اطاعت واجب ظنی ہے اور مجتہدین کی ایسی اطاعت کہ جس کا منشار حسن ظن ہو تقلید ہے۔ لہذا ثابت ہوا کہ اس آیت کریمہ میں غیر مجتہدین کو حضرات مجتہدین کی تقلید کے وجوب کا مسائل اجتہادیہ میں حکم دیا گیا ہے اور یہ حکم تقلید شخصی اور غیر شخصی دونوں کے وجوب کو شامل ہے اس لئے کہ اولی الامر میں اضافت جنسی ہے جو ایک مجتہد اور ایک سے زیادہ کو برابر شامل ہے۔

رہا یہ سوال کہ آیت مذکورہ کے متصل دوسری آیت میں ہے۔

سوال | فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ فِیْ شَیْءٍ فَرُدُّوْهُ اِلَی اللّٰهِ وَالرَّسُوْلِ اِنْ كُنْتُمْ تُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ۔

سو اگر تم کسی شے میں جھگڑو تو اس کو اللہ و رسول کی طرف پھیرا دُ۔ اگر تمہارا ایمان خدا اور یوم جزا پر ہے۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ ہر شخص کو براہ راست خدا اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے فیصلہ لینا چاہیئے۔ لہذا کسی شخص کو مجتہدین کی تقلید کا مکلف کہنا اس آیت کے خلاف ہوگا۔

لہ یہی تابعیت عطف کے مقتضار سے ثابت ہے کہ شارح حمائی کے قول کہ رہا یہ بر ملا کا لی نے لکھا ہے ان اضافة الاولیٰ الی الضمیر للجنس لا للاستغراق (رسول کالی صے) ۱۲

جواب دونوں آیتوں میں مخالفت تب ہوتی اگر تَنَازَعْتُمْ میں خطاب عام ہوتا۔ حالانکہ یہ خطاب خاص مجتہدین کو ہے اور وجوب تقلید غیر مجتہدین پر ہے۔ جناب نواب صدیق حسن خان صاحب اہلحدیث تفسیر فتح البیان میں لکھتے ہیں۔

وَالظَّاهِرُ اَنَّهُ خِطَابٌ مُسْتَقِلٌّ مُسْتَانِفٌ مُوَجَّهٌ لِلْمُجْتَهِدِيْنَ الخ وَلَيْسَ الْمُرَادُ فَاِنْ تَنَازَعْتُمْ اَيُّهَا الرَّعَايَا مَعَ اُولِي الْاَمْرِ الْمُجْتَهِدِ لِاَنَّ الْمُقَلِّدَ لَيْسَ لَهُ اَنْ يُنَازِعَ الْمُجْتَهِدَ فِيْ حُكْمِهِ۔ قَالَهُ اَبُو السُّعُوْدِ (ص ۵۸۷ ج ۱)۔

ابو سعودؒ کہتے ہیں کہ ظاہر یہی ہے کہ تنازعتم میں خطاب مستقل مستانف مجتہدین کو ہے الخ۔ اور یہ مراد نہیں کہ اے رعایا اگر تم اولی الامر مجتہد سے جھگڑو (یہ کیوں مراد نہیں) اس لئے کہ مجتہد فیہ حکم میں مجتہد کے ساتھ مقلد (غیر مجتہد) جھگڑا نہیں کر سکتا۔

احکام القرآن امام جصاصؒ ص ۲۵۷ میں بھی اسی طرح ہے۔

دوسری آیت کریمہ وَاِذَا جَآءَهُمْ اَمْرٌ مِّنَ الْاَمْنِ اَوِ الْخَوْفِ اَذَاعُوْا بِهٖ وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ (سورہ نساء پ ۵) اور جب ان (عوام الناس) کے پاس امن یا خوف کا کوئی امر آتا ہے تو اسے شائع کر دیتے ہیں اور اگر پیغمبر خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف اسے پھیرتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین) خوب معلوم کر لیتے۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے وَهُمُ الْعُلَمَاءُ الَّذِيْنَ عَلِمُوْا مَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّكْتَمَ مِنَ الْاُمُوْرِ وَمَا يَنْبَغِيْ اَنْ يُّذَاعَ مِنْهَا (خازن ص ۴ ج ۱)

وہ علماء ہیں جو ایسی خبر رکھتے ہیں کہ کونسے امور قابل چھپانے کے ہیں۔ اور کونسے قابل اشاعت کے ہیں۔ اور پہلے حاشیہ بیضاوی سے منقول ہو چکا ہے۔ اَلَّذِيْنَ يَسْتَنْۢبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ سے مراد مجتہد علماء ہیں۔

اور اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ کی تفسیر میں لکھا ہے۔ اَيْ ذَوُو الرَّاْيِ مِنَ الصَّحَابَةِ

كَأَبِيْ بَكْرٍ وَعُمَرَ وَعُثْمَانَ وَعَلِيٍّ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ (سراج المنیر ص ۳۶۳)

یعنی ذوراے صحابہ کرام جیسے حضرات خلفاء راشدین۔ حضرت ابوبکر۔ حضرت عمر حضرت عثمان حضرت علی رضی اللہ عنہم اجمعین۔

اس آیت کریمہ میں غیر مجتہدین کو از خود عمل کرنے یا کسی امر کے ابلاغ و اظہار سے منع فرما کر مستنبطین (مجتہدین) کی طرف رجوع کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ پورے طور پر یہی لوگ دینی منفعت اور مضرت کو سمجھ سکتے ہیں اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے بعد اولی الامر کا ذکر اس طرح کیا کہ دونوں کو ایک ہی فعل رَدُّوْہُ کے تعلق میں شریک کر کے اشارہ فرمایا کہ جس طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف رجوع کرنا دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن اور اعتماد و اعتبار کی بناء پر ہے اسی طرح مجتہدین کے قول و فعل کی طرف رجوع کرنا دلیل طلب کرنے کے بغیر محض حسن ظن اور اعتماد و اعتبار کی بناء پر ہونا چاہیے گو نوعیت اعتماد دونوں جگہ مختلف ہے۔ مقلدین کی اصطلاح میں اس کو تقلید کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی ثابت ہوا کہ غیر مجتہدین کو مجتہدین کی تقلید ضرور کرنی چاہیے۔

امام فخرالدین رازی رحمہ اللہ تعالیٰ اس آیت کریمہ سے چند امور استنباط فرماتے ہوئے لکھتے ہیں:-

فَثَبَتَ اَنَّ الْاِسْتِنْبَاطَ حُجَّةٌ وَّالْقِيَاسُ اِمَّا اِسْتِنْبَاطٌ اَوْ دَاخِلٌ فِيْهِ فَوَجَبَ اَنْ يَّكُوْنَ حُجَّةً اِذَا ثَبَتَ هٰذَا فَنَقُوْلُ الْاٰيَةُ دَالَّةٌ عَلٰى اُمُوْرٍ اَحَدُهَا اَنَّ فِيْ اَحْكَامِ الْحَوَادِثِ مَا لَا يُعْرَفُ بِالنَّصِّ بَلْ بِالْاِسْتِنْبَاطِ وَثَانِيْهَا اَنَّ الْاِسْتِنْبَاطَ حُجَّةٌ وَّثَالِثُهَا اَنَّ الْعَامِّيَّ يَجِبُ عَلَيْهِ تَقْلِيْدُ الْعُلَمَاءِ فِيْ اَحْكَامِ الْحَوَادِثِ (تفسیر کبیر مطبوعہ مصر ص ۲۷۲ ج ۳)

پس ثابت ہوا استنباط حجت ہے اور قیاس یا استنباط ہے اور یا اس میں

داخل ہے پس قیاس کا حجت ہونا بھی وجوباً ثابت ہے اس تمہید کے بعد ہم کہتے ہیں کہ آیت مذکورہ چند امور (مندرجہ ذیل) پر دال ہے:۔

(۱) ۔ بعض ایسے احکام بھی ہیں کہ جن کی معرفت نص سے نہیں ہوتی بلکہ استنباط سے معلوم ہوتے ہیں (جیسے امور اجتہادیہ غیر منصوصہ)

(۲) استنباط حجت (شرعیہ) ہے۔

(۳) ۔ احکام حوادث (اجتہادیہ) میں غیر مجتہد پر (مجتہدین) علماء کی تقلید واجب ہے۔

تیسری آیت کریمہ

وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ اَنَابَ اِلَيَّ (سورہ لقمان پ ۲۱) (حق تعالیٰ فرماتا ہے ہوئے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی۔

نواب صدیق حسن خاں صاحب اہل حدیث لکھتے ہیں:۔

وَالْخِطَابُ لِسَائِرِ الْمُكَلَّفِيْنَ اَيْ اِتَّبِعْ اَيُّهَا الْمُكَلَّفُ دِيْنَ مَنْ اَقْبَلَ اِلَى الطَّاعَةِ مِنْ عِبَادِيْ الصَّالِحِيْنَ بِالتَّوْبَةِ وَالْاِخْلَاصِ (تفسیر فتح البیان ص ۲۹۶ ج ۷)

اتبع میں خطاب عام مکلفوں کو ہے یعنی اے مکلف اس شخص کے مذہب کی پیروی کر جو توبہ و اخلاص سے میرے نیک بندوں میں سے میری طاعت کیطرف متوجہ ہوا ہے

علامہ ابن جریر طبریؒ لکھتے ہیں:۔

يَقُوْلُ وَاسْلُكْ طَرِيْقَ مَنْ تَابَ مِنْ شِرْكِهٖ وَرَجَعَ اِلَى الْاِسْلَامِ وَاتَّبَعَ مُحَمَّدًا صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ (ص ۵۶ ج ۲۱)

اے مخاطب اس شخص کے راستہ پر چل جس نے شرک سے توبہ کی اور جو اسلام کی طرف رجوع ہوا۔ اور جس نے محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی کی حضرت قتادہ سے (یوں تفسیر منقول) ہے۔ یعنی جو متوجہ ہوا میری طرف۔

اس آیت کریمہ میں بخطاب عام ہر مکلف کو حکم دیا گیا ہے کہ وہ اپنے سے پہلے

بزرگوں کی پیروی کرے جو توبہ واخلاص سے خدا کی طاعت میں مشغول رہے ہیں۔
اور یہ ظاہر ہے کہ ائمہ مجتہدین بھی پورے طور سے ان صفات کیساتھ موصوف
تھے اور لفظ اتباع (پیروی) جو یہاں سلف صالحین کے متعلق استعمال کیا گیا ہے ۔
دوسری جگہ آیت قُلْ اِنْ کُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰہَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْکُمُ اللّٰہُ میں
بعینہٖ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے متعلق استعمال ہوا ہے اور ظاہر ہے کہ رسول
اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع (پیروی) دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد کی بنا پر ہے
تو معلوم ہوا کہ آیت مذکورہ میں سلف صالحین کی اتباع (پیروی) بھی دلیل طلب کرنے
کے بغیر محض اعتماد و اعتبار کی بنا پر ہونی ضروری ہے اسی کو اصطلاح میں تقلید کہا جاتا
ہے۔ لہٰذا اس آیت سے بھی تقلید کا وجوب ثابت ہوا کیونکہ صیغہ امر سے حکم دیا
گیا ہے ۔

چوتھی آیت کریمہ

وَالَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّیَّتُهُمْ بِاِیْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَمَا اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَیْءٍ (سورہ طور پ۲۷)

جو لوگ ایمان لائے اور ان کی ذریت نے ایمان میں ان کی پیروی کی تو ان کی
ذُریت کو ان کے ساتھ ملا دیں گے اور ان کے عمل میں سے کچھ کمی نہ کریں گے۔

ذریت سے مراد عام ہے کہ نسبی ہو یا معنوی ۔ وَیُلْحَقُ بِالذُّرِّیَّةِ مِنَ النَّسَبِ
الذُّرِّیَّةُ بِالسَّبَبِ وَهُوَ الْمَحَبَّةُ فَاِنْ کَانَ مَعَهَا اَخْذُ عِلْمٍ اَوْ عَمَلٍ کَانَتْ
اَجْدَرَ فَتَکُوْنُ ذُرِّیَّةُ الْاِفَادَةِ کَذُرِّیَّةِ الْوِلَادَةِ قَالَهُ الْخَطِیْبُ۔
(تفسیر فتح البیان ص۳۷۶ ج۹ . سراج المنیر مصری ص۹۳ ج۴)

خطیب نے کہا ہے کہ ذریت نسبی کے حکم میں ذریت سببی بھی ہے۔ مراد سبب سے
محبت ہے ۔ اگر محبت کیساتھ استفادہ علم وعمل بھی ہو تو وہ بطریق اولیٰ ذریت میں داخل
ہے پس ذریت افادہ (مرید۔ شاگرد۔ مقلد) ذریت ولادت (اولاد) کی طرح ہے ۔

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ جو خلف اپنے سلف صالحین کی اتباع (پیروی) دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد کی بنا پر کریں گے۔ اس اتباع و تقلید کی برکت سے حق تعالیٰ متبعین مقلدین کو ان کے پیشواؤں کیساتھ ملا دیں گے۔ لہذا اس آیت سے ثابت ہوا کہ تقلید امر مستحسن ہے جو گنہگار مقلدوں کو ان کے بزرگوں کیساتھ ملانیکا ذریعہ ہے

ایک اور آیت سے بھی اسکی تائید ہوتی ہے۔ حق تعالیٰ فرماتا ہے :۔

يَوْمَ نَدْعُوا كُلَّ اُنَاسٍ بِاِمَامِهِمْ (سورہ بنی اسرائیل پ۱۵) ہم جس دن پکاریںگے ہر انسان کو اس کے پیشوا کے ساتھ ۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ قیامت کے دن مقلدین اپنے اپنے مجتہدین کیساتھ انشاء اللہ تعالیٰ جنت میں داخل ہونگے ۔ نواب صدیق حسن خان صاحب اہل حدیث لکھتے ہیں کہ ابو عبیدہ کہتے ہیں کہ امام سے مراد صاحب مذہب ہیں سو قیامت کے دن یوں کہا جائیگا کہ فلاں کہ فلاں بن فلاں امام کے متبعین (مقلدین) کہاں ہیں۔ اور قرطبی کہتے ہیں کہ لوگ اپنے اپنے مذہب کے نام سے پکارے جائیں گے۔ سو دنیا میں جس جس امام کی اقتداء و تقلید کیا کرتے ہوں گے اسی کے نام سے پکارے جائینگے۔ مثلاً کہا جائیگا۔ اے حنفی اے شافعی (تفسیر فتح البیان صـ۳۳) یا اسی مقام کیساتھ کہ مذہب میں جسکی متابعت کی ہمی جیسے پکارینگے کہ اے حنفی ۔ اے شافعی (تفسیر قادری صـ۶۰) ۔

پانچویں آیت کریمہ | وَالسَّابِقُوْنَ الْاَوَّلُوْنَ مِنَ الْمُهَاجِرِيْنَ وَالْاَنْصَارِ وَالَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُمْ بِاِحْسَانٍ رَّضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَرَضُوْا عَنْهُ وَاَعَدَّ لَهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ تَحْتَهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا اَبَدًا ؕ ذٰلِكَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۝ (سورہ توبہ پ۱۱) ۔

اور مہاجرین و انصار میں سے جو (نیک کاموں میں) پیش قدمی کرنے والے ہیں۔ اور جو نیکی میں ان کے پیرو (مقلد) ہیں ان سب سے اللہ تعالیٰ خوش ہو گیا اور وہ اس سے

(جزا پاکر) خوش ہوں گے۔ اور ان کیلئے اللہ تعالیٰ نے ایسے باغ تیار کر رکھے ہیں کہ جن کے تلے نہریں جاری ہیں۔ ان میں ہمیشہ ہمیشہ رہا کریں گے۔ یہ ہے بڑی کامیابی۔

اس آیت کریمہ سے تقلید کا پسندیدہ ہونا ثابت ہوتا ہے اس لئے کہ حق تعالیٰ نے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ ان کی پیروی و تقلید کرنیوالوں کیلئے بھی تین بشارتیں دی ہیں۔ ان پر اپنی رضا نازل فرمانا۔ اور ان کو جنت میں داخل فرمانا اور ان کو فوزِ عظیم نصیب فرمانا۔

چھٹی آیت کریمہ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ اِنْ کُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ (سورہ انبیاء پ۱۷) اگر تم کو معلوم نہیں تو یاد (اور استنباط کا ملکہ) رکھنے والوں سے دریافت کر لیا کرو۔

ذکر سے مراد افراد مسائل جزئیہ شرعیہ ہیں اور اس کی طرف اہل اضافت اختصاص کیلئے ہے۔ معنے یہ ہوئے کہ جو لوگ تمام مسائل جزئیہ شرعیہ کو قرآن و حدیث سے اخذ کر سکتے ہوں ان سے دریافت کرکے حل کیا کرو اور وہ ائمہ مجتہدین ہیں۔ یہ آیت گو باعتبار شانِ نزول خاص ہے مگر باعتبار عموم الفاظ خطاب عام ہے۔ اور اَلْعِبْرَۃُ لِعُمُوْمِ الْاَلْفَاظِ لَا لِخُصُوْصِ الْمَوْرِدِ۔ اصول تفسیر کا قاعدہ مشہور ہے اور اہل الذکر کی تفسیر اہل القرآن (علماء مجتہدین) سے بھی وارد ہے۔ لہٰذا اس آیت میں غیر مجتہدین کو مجتہدین سے دریافت کرکے حل کرنے کا حکم دیا گیا۔ اور دلیل[1] طلب کرنے کا امر نہیں فرمایا گیا۔ یہی معنے تقلید کے ہیں۔

---

[1] اگر یہ شبہ کیا جائے کہ سورہ نحل میں اس آیت کے بعد بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ آیا ہے۔ اور وہ فَاسْئَلُوْٓا اَھْلَ الذِّکْرِ کے متعلق ہے۔ اب مطلب آیت کا یہ ہوا کہ جو مسئلہ بھی کسی سے پوچھو وہ بادلیل پوچھو۔ تو جواب اس کا یہ ہے کہ وہاں بِالْبَیِّنٰتِ وَالزُّبُرِ، اَرْسَلْنَا مقدر کے متعلق ہے یا لَا تَعْلَمُوْنَ مذکور کے۔ فَاسْئَلُوْٓا کے متعلق ہونے کی صورت میں کلام بے معنی ہو جائیگا۔ اس لئے کہ معنی یہ ہوں گے کہ سائل سوال کو بادلائل ذکر کیا کرے۔ حالانکہ جب دلائل سے خود واقف ہے تو سوال کی کیا حاجت اور لَا تَعْلَمُوْنَ کے کیا معنے۔ ۱۲

احادیث مرفوعہ سے تقلید کا ثبوت

پہلی حدیث عَنِ الْعِرْبَاضِ بْنِ سَارِیَۃَ یَقُوْلُ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ (وَفِیْہِ) وَسَتَرَوْنَ مِنْ بَعْدِیْ اِخْتِلَافًا شَدِیْدًا فَعَلَیْکُمْ بِسُنَّتِیْ وَسُنَّۃِ الْخُلَفَاءِ الرَّاشِدِیْنَ الْمَھْدِیِّیْنَ الخ (ابن ماجہ ص)

عرباض بن ساریہؓ فرماتے ہیں کہ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہم میں خطبہ پڑھا (اور اثنار تقریر میں فرمایا) میرے بعد تم لوگ بہت اختلافات دیکھو گے سو تم میری سنت اور میرے خلفاء راشدین مہدیین کی سنت پر پابندی کرو۔

اس حدیث شریف میں سنت خلفاء راشدین کو سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عطف کیا گیا ہے جس کا مقتضا مغائرت ہے اس سے معلوم ہوا کہ سنت خلفاء سے مراد روایت خلفاء نہیں۔ ورنہ علاوہ تخصیص روایت خلفاء کے بے معنی ہونے کے عطف صحیح نہ ہو گا بلکہ سنت خلفاء سے مراد خلفاء راشدین کے مسائل اجتہادیہ ہیں۔ جو قرآن و حدیث سے باجتہاد صحیح نکالے گئے ہوں اور بقول بعض علماء خلفاء راشدین سے مراد جانشین بطور عموم ہیں جن میں ائمہ اربعہ بھی داخل ہیں۔ مولانا شیخ عبدالغنی محدث دہلوی مہاجر مکیؒ لکھتے ہیں:۔

وَمِنَ الْعُلَمَاءِ مَنْ عَمَّمَ کُلَّ مَنْ کَانَ عَلٰی سِیْرَتِہٖ عَلَیْہِ السَّلَامُ مِنَ الْعُلَمَاءِ وَالْخُلَفَاءِ کَالْاَئِمَّۃِ الْاَرْبَعَۃِ الْمَتْبُوْعِیْنَ الْمُجْتَھِدِیْنَ وَالْاَئِمَّۃِ الْعَادِلِیْنَ کَعُمَرَ بْنِ عَبْدِ الْعَزِیْزِ کُلُّھُمْ سَوَاءٌ وَلِھٰذَا الْحَدِیْثِ (انجاح الحاجہ ص)

جو علماء جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے طریقہ پر ہوئے ہیں جیسے چاروں امام (ابوحنیفہؒ۔ مالکؒ۔ شافعیؒ۔ احمد بن حنبلؒ) اور عادل حکام جیسے عمر بن عبدالعزیزؒ سب اس حدیث کا مصداق ہیں۔

پس مجتہدین کی پیروی کرنا بقول نبی صلی اللہ علیہ وسلم ماموربہ ہوا اور اس میں دلیل کا طلب کرنا شرط نہیں قرار دیا گیا۔ بلکہ عطف سے معلوم ہوتا ہے جیسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت دلیل طلب کئے بغیر اعتماد کی بناء پر واجب الاطاعت ہے اسی طرح مجتہدین کا طریقہ بھی دلیل طلب کرنے کے بغیر محض اعتماد کی بناء پر واجب الاطاعت ہے اس کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں خواہ ایک مجتہد کی ہو یا بہتوں کی۔ لہٰذا اس حدیث سے مجتہدین کی تقلید کا وجوب ثابت ہوا۔

دوسری حدیث عَنْ عُمَرَ بْنِ الْخَطَّابِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ سَأَلْتُ رَبِّيْ عَنِ اخْتِلَافِ أَصْحَابِيْ مِنْ بَعْدِيْ فَأَوْحٰى إِلَيَّ يَا مُحَمَّدُ إِنَّ أَصْحَابَكَ عِنْدِيْ بِمَنْزِلَةِ النُّجُوْمِ فِي السَّمَاءِ بَعْضُهَا أَقْوٰى مِنْ بَعْضٍ وَلِكُلٍّ نُوْرٌ فَمَنْ أَخَذَ بِشَيْءٍ مِمَّا هُمْ عَلَيْهِ مِنِ اخْتِلَافِهِمْ فَهُوَ عِنْدِيْ عَلٰى هُدًى قَالَ وَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ أَصْحَابِيْ كَالنُّجُوْمِ فَبِأَيِّهِمُ اقْتَدَيْتُمْ اهْتَدَيْتُمْ (رواہ رزین (مشکوٰۃ ص۵۵۴)۔

حضرت عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ میرے بعد جو میرے صحابہ کرام میں اختلاف (فروعی) ہوگا اس کے متعلق میں نے اللہ تعالیٰ سے سوال کیا (اس کے جواب میں) اللہ تعالیٰ نے مجھ کو یہ وحی کی۔ اے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) میرے نزدیک آپ کے صحابہ ایسے ہیں جیسے آسمان میں تارے (اختلاف مراتب میں) بعض سے بعض قوی ہیں (ویسے) سب کے پاس نور ہدایت ہے (باوجود ان کے اختلاف کے) جس آدمی نے ان کے نزدیک کچھ حصہ پایا وہ میرے نزدیک ہدایت پر ہے (نیز حضرت عمرؓ نے کہا۔ کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میرے سب اصحاب ستاروں کی مانند ہیں۔ پس تم ان میں سے جس کی پیروی (تقلید) کرو گے سیدھا راستہ پا لو گے۔

اس حدیث شریف میں حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی پیروی کا حکم دیا گیا۔ اور اسی کو راہِ راست فرمایا گیا۔ مگر ساتھ ہی دلیل کے طلب کرنے کا حکم نہیں دیا گیا ایسی پیروی کو اصطلاح میں تقلید کہتے ہیں۔ لہٰذا اس حدیث سے بحکم نبی صلی اللہ علیہ وسلم صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کی تقلید ثابت ہوئی اور باقی ائمہ مجتہدین کی تقلید بھی اسی حکم میں ہے۔

تیسری حدیث

عَنْ حُذَيْفَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِقْتَدُوْا بِالَّذِيْنَ مِنْ بَعْدِيْ اَبِيْ بَكْرٍ وَّعُمَرَ (ترمذی ص۲۰۷)

حضرت حذیفہ کہتے ہیں کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم لوگ ان دونوں شخصوں کا اقتدا کیا کرنا جو میرے بعد ہوں گے یعنی حضرت ابوبکرؓ اور حضرت عمرؓ کا۔

اس حدیث میں شیخین کی اقتدا کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اس کے ساتھ دلیل طلب کرنے کا حکم نہیں فرمایا گیا۔ اسی کو تقلید کہا جاتا ہے۔ لہٰذا اس حدیث سے حضرات شیخین رضی اللہ عنہما کی تقلید[1] کرنے کا وجوب ثابت ہوا۔ باقی ائمہ مجتہدین بھی اسی حکم میں داخل ہیں۔ قرآن و حدیث میں غور کرنے سے تقلید ائمہ دین کے ثبوت میں اور بھی دلائل مل سکتے ہیں۔ مگر ہم بغرض اختصار مذکورہ بالا دلائل پر کفایت کرتے ہیں۔

صحابہ کرامؓ کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

تتبع کرنے سے حضرات صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے بہت سے اقوال ایسے ملتے ہیں جن سے تقلید کا ثبوت ہوتا ہے مگر ہم صرف ایسے دو قولوں کے ذکر کرنے پر اکتفا کرتے ہیں۔

---

[1] بلکہ اگر غور کیا جائے تو تقلید شخصی کا خصوصیت سے ثبوت ہوتا ہے اس لئے کہ (من بعدی) سے مراد شیخین رضی اللہ عنہما کی حالت خلافت ہے۔ پس مطلب یہ ہوا کہ ان کے خلیفہ ہونے کی حالت میں ان کی اقتدا و تقلید کیجو اور ظاہر ہے کہ خلیفہ ایک ہی ہوں گے۔ پس حاصل یہ ہوا کہ حضرت ابوبکرؓ کی خلافت میں ان کی تقلید کیا کرنا اور یہ کہیں نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا۔ لہٰذا اس حدیث سے تقلید شخصی ثابت ہوئی گو ایک معین زمانہ تک سہی ۱۲۔

جن سے تقلید شخصی خصوصیت کیساتھ صراحۃً ثابت ہوتی ہے ۔

حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے قول سے تقلید شخصی کا ثبوت

حضرت عمر رضی اللہ عنہ نے اہل کوفہ کے نام ایک خط میں تحریر فرمایا :۔

قَدْ بَعَثْتُ اِلَیْکُمْ عَمَّارَ بْنَ یَاسِرٍ اَمِیْرًا وَّعَبْدَ اللّٰہِ بْنَ مَسْعُوْدٍ مُعَلِّمًا وَّوَزِیْرًا وَّھُمَا مِنَ النُّجَبَاءِ مِنْ اَصْحَابِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ مِنْ اَھْلِ بَدْرٍ فَاقْتَدُوْا بِھِمَا وَقَدْ اٰثَرْتُکُمْ بِعَبْدِ اللّٰہِ عَلٰی نَفْسِیْ

(تذکرۃ الحفاظ ج ۱ ص ۱۳) ۔

(کہ اے اہل کوفہ) میں تمہاری طرف عمار بن یاسرؓ کو امیر مقرر کرکے اور عبد اللہ بن مسعودؓ کو معلم اور وزیر مقرر کرکے بھیجتا ہوں اور یہ دونوں جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ان بزرگ صحابہ میں سے ہیں جو غزوہ بدر میں شریک ہوئے تھے ۔ سو تم لوگ ان کی اقتدار (وتقلید) کیا کرو ۔ (اور دل یوں چاہتا تھا کہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ کو اپنے پاس رکھوں مگر) عبد اللہ کو بھیجنے میں میں نے اپنی جان پر تم کو ترجیح دی ہے ۔ (لہٰذا ان کی تقلید سے پورا فائدہ اٹھانا) ۔

حضرت ابو موسیٰ اشعری کے قول سے تقلید شخصی کا ثبوت

(عن) ھُزَیْلِ بْنِ شُرَحْبِیْلَ یَقُوْلُ سُئِلَ اَبُوْمُوْسٰی (وفیہ) فَاَتَیْنَا اَبَامُوْسٰی فَاَخْبَرْنَاہُ بِقَوْلِ ابْنِ مَسْعُوْدٍ فَقَالَ لَاتَسْئَلُوْنِیْ مَادَامَ ھٰذَا الْحِبْرُ فِیْکُمْ (بخاری ص ۹۹۷)

(یعنی) حضرت ہزیل بن شرحبیل سے روایت ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ سے ایک مسئلہ پوچھا گیا (پھر وہی مسئلہ حضرت عبد اللہ بن مسعودؓ سے پوچھا گیا

اور حضرت ابو موسیٰؓ کے قول سے بھی مطلع کیا گیا۔ تو حضرت ابن مسعودؓ نے حضرت ابو موسیٰ کے خلاف مسئلہ بتایا) پھر ہم نے حضرت ابو موسیٰؓ کے پاس آکر حضرت عبداللہ بن مسعودؓ کے قول کی خبر دی تو انہوں نے فرمایا کہ جب تک تم میں یہ عالم متبحر (عبداللہ بن مسعودؓ) موجود ہیں تم مجھ سے کچھ مت پوچھا کرو (بلکہ انہیں سے دریافت کر کے عمل کیا کرو)۔

صحابہ کرام کے تعامل سے تقلید کا ثبوت

پہلے محقق ہو چکا ہے کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل کو محض اس حسنِ ظن واعتماد سے مان لینا کہ یہ ٹھیک اور دلیل کے موافق بتلائیگا اور اس سے دلیل کی تحقیق اور طلب نہ کرنا یہی تقلید ہے۔ لہذا پہلے ہم حضرات صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کے تعامل سے اور پھر حضرات تابعینؒ کے تعامل سے یہ دکھلاتے ہیں کہ ان حضرات کے مبارک زمانہ میں ایک دوسرے پر محض حسنِ ظن اور اعتبار و اعتماد کی بنا پر مسائل تسلیم کر لینے کا عام رواج تھا اور دلیل کی تحقیق کرنے کی عادت نہ تھی۔ بالفاظ دیگر یوں سمجھئے۔ کہ خیر القرون کے زمانہ میں شرعی مسائل میں تقلید کرنے کا عام رواج تھا۔ کسی کو اس پر انکار نہ تھا۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔

صحابہ کرام کے زمانہ سے لیکر چار مذہبوں کے ظہور تک سب لوگوں کا یہی رواج رہا ہے۔ کہ جو عالم (متبحر) مل جاتا اسی کی تقلید کر لیا کرتے تھے (عقد الجید ص۳۳)۔

(۱) عَنْ عَوْنِ بْنِ اَبِیْ جُحَیْفَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ اٰخَی النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بَیْنَ سَلْمَانَ وَاَبِی الدَّرْدَاءِ فَزَارَ سَلْمَانُ اَبَا الدَّرْدَاءِ فَرَاٰی اُمَّ الدَّرْدَاءِ مُتَبَذِّلَۃً فَقَالَ لَھَا مَا شَاْنُکِ قَالَتْ اَخُوْکَ اَبُو الدَّرْدَاءِ لَیْسَ لَہٗ حَاجَۃٌ فِی الدُّنْیَا فَجَاءَ اَبُو الدَّرْدَاءِ فَصَنَعَ لَہٗ طَعَامًا فَقَالَ کُلْ فَاِنِّیْ صَائِمٌ قَالَ مَا اَنَا بِاٰکِلٍ حَتّٰی تَاْکُلَ فَاَکَلَ فَلَمَّا کَانَ اللَّیْلُ ذَھَبَ اَبُو الدَّرْدَاءِ یَقُوْمُ قَالَ نَمْ فَنَامَ ثُمَّ ذَھَبَ یَقُوْمُ فَقَالَ نَمْ فَلَمَّا کَانَ مِنْ اٰخِرِ اللَّیْلِ قَالَ سَلْمَانُ قُمِ الْاٰنَ

فَصَلَّيَا فَقَالَ لَهُ سَلْمَانُ إِنَّ لِرَبِّكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِنَفْسِكَ عَلَيْكَ حَقًّا وَلِأَهْلِكَ عَلَيْكَ حَقًّا فَأَعْطِ كُلَّ ذِي حَقٍّ حَقَّهُ فَأَتَى النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَذَكَرَ ذٰلِكَ لَهُ فَقَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ صَدَقَ سَلْمَانُ (بخاری ص ۲۶۴ ج ۱)

حضرت عون اپنے والد حضرت ابی جحیفہؓ سے روایت کرتے ہیں۔ انہوں نے کہا کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت سلمان اور حضرت ابوالدرداء کے درمیان برادری قائم کردی (ایک روز) حضرت سلمان حضرت ابوالدرداء کے (گھر) مہمان ہوئے تو (حضرت ابوالدرداء کی بیوی) ام الدرداء کو پریشان حال دیکھ کر فرمایا ایسی خراب حالت کیوں ہے۔ ام الدرداء نے جواب دیا کہ آپ کا بھائی، ابوالدرداء دنیا (یعنی بیوی وغیرہ سے) بے حاجت ہے۔ پس ابوالدرداء گھر آئے تو سلمان کیلئے کھانا تیار کرکے فرمایا آپ کھائیں میں روزہ دار ہوں۔ حضرت سلمان نے کہا میں ہرگز نہیں کھاؤں گا جب تک آپ (ہمراہ) نہ کھائیں۔ حضرت ابوالدرداء نے دلیل طلب کرنے کے بغیر حضرت سلمان کا کہنا مان کر) کھانا کھایا۔ پھر جب رات ہوئی تو ابوالدرداء (اس عادت) نوافل کیلئے اُٹھنے لگے۔ حضرت سلمان نے ان سے فرمایا سو جاؤ وہ (ان کا کہنا مان کر) سو رہے پھر (دوبارہ) نوافل کے لئے اٹھنے لگے تو حضرت سلمان نے (مکرر) فرمایا (ابھی) سو جاؤ وہ (ان کا کہنا مان کر) سو رہے۔ پھر جب صبح صادق کا قرب ہوا تو حضرت سلمان نے (خود) ابوالدرداء سے فرمایا اب اُٹھئے۔ چنانچہ دونوں صاحبوں نے (اُٹھ کر) تہجد پڑھی پھر حضرت سلمان نے ابوالدرداء سے مخاطب ہو کر فرمایا آپ پر آپ کے پروردگار کا حق ہے اور آپ پر آپ کی جان کا حق ہے اور آپ کے آپ کی بیوی کا حق ہے۔ سو ہر حقدار کو اس کا حق ادا کرو پھر ابوالدرداء آنحضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت اقدس میں حاضر ہوئے اور سارا واقعہ ذکر کیا۔ آپ نے (سن کر) فرمایا سلمان نے سچ کہا۔ یہ حدیث صحیح ہے۔

دیکھئے اس واقعہ میں حضرت سلیمان نے حضرت ابوالدرداء کو چار دفعہ امر کیا۔ (۱) کھانا کھاؤ (۲) (۳) سو رہو (۴) جاگو۔ اور حضرت ابوالدرداء نے دلیل طلب کئے بغیر محض حسن ظنی سے حضرت سلمان کے ارشاد کی ہر دفعہ تعمیل کی۔ اصطلاح میں اسی کو تقلید کہاجاتا ہے۔ اور یہ زمانہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے بلکہ یہ واقعہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے بیان کیا گیا۔ تو آپ نے حضرت سلمان کی تصدیق فرمائی اور حضرت ابوالدرداء کے تقلید کرنے کی تردید نہیں فرمائی۔ بلکہ تقریر فرمائی۔

اس سے معلوم ہوا کہ تقلیدی عمل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نزدیک پسندیدہ تھا اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ ہی میں صحابہ کرام رضی اللہ عنہم تقلید کیا کرتے تھے۔

(۴) عَنِ الْاَسْوَدِ بْنِ يَزِيْدَ قَالَ اَتَانَا مُعَاذُ بْنُ جَبَلٍ بِالْيَمَنِ مُعَلِّمًا وَّاَمِيْرًا فَسَاَلْنَاهُ عَنْ رَجُلٍ تُوُفِّيَ وَتَرَكَ ابْنَتَهٗ وَاُخْتَهٗ فَاَعْطَى الْاِبْنَةَ النِّصْفَ وَالْاُخْتَ النِّصْفَ (بخاری شریف ص۹۹۷)

اسود بن یزید کہتے ہیں کہ حضرت معاذ رضی اللہ عنہ ہمارے یہاں یمن میں معلم (دینی احکام کی تعلیم کرنے والے) اور حاکم بن کر آئے۔ ہم نے ان سے یہ مسئلہ پوچھا۔ کہ ایک شخص مرگیا اور اس نے اپنی ایک بیٹی اور ایک بہن وارث چھوڑے۔ حضرت معاذ نے نصف مال کا بیٹی کے لئے اور نصف کا بہن کے لئے حکم فرمایا۔

دیکھئے اس فیصلہ میں حضرت معاذ رضی اللہ عنہ نے دلیل بیان نہیں کی اور سائل نے ان سے دلیل دریافت نہیں کی بلکہ محض اُن کے تدین پر اعتماد کر کے ان کا کہنا قبول کرلیا۔ یہی تقلید ہے۔ لہٰذا معلوم ہوا کہ حضرات صحابہ رضی اللہ عنہم میں تقلید کا رواج بلا نکیر عام تھا۔

(۵) عَنْ سَالِمِ بْنِ عَبْدِ اللّٰهِ بْنِ عُمَرَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنِ الرَّجُلِ يَكُوْنُ لَهُ الدَّيْنُ عَلَى الرَّجُلِ اِلٰى اَجَلٍ فَيَضَعُ عَنْهُ صَاحِبُ الْحَقِّ وَيُعَجِّلُهُ الْاٰخَرُ

فَكَرِهَ ذَالِكَ عَبْدُ اللهِ بْنُ عُمَرَ وَنَهٰى عَنْهُ (موطا امام مالک مجتبائی ص۲۸۲)

حضرت سالم کہتے ہیں کہ حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے یہ مسئلہ پوچھا گیا۔ کہ کسی شخص کا دوسرے شخص پر دَین میعادی واجب ہے اور صاحب حق اس میں سے کسی قدر اس شرط پر معاف کرتا ہے کہ وہ قبل از میعاد اس کا دَین دے دے آپ نے اس کو ناپسند کیا اور منع فرمایا۔

دیکھئے یہ مسئلہ جزئیہ حضرت ابن عمرؓ کا اجتہادی ہے اور چونکہ سائل نے دلیل نہیں پوچھی اس لئے اس کا قبول کرنا تقلید ہے اور حضرت ابن عمرؓ کا خود دلیل بیان نہ کرنا تقلید کو جائز رکھنا ہے۔

(۴) عَنْ اَبِیْ سُهَیْلِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ اَبِیْهِ اَنَّ عُمَرَ بْنَ الْخَطَّابِ كَتَبَ اِلٰی اَبِیْ مُوْسَی الْاَشْعَرِیِّ اَنْ صَلِّ الظُّهْرَ اِذَا زَاغَتِ الشَّمْسُ (اِلٰی قَوْلِهٖ) وَاقْرَأْ بِسُوْرَتَیْنِ طَوِیْلَتَیْنِ مِنَ الْمُفَصَّلِ (موطا امام مالک مجتبائی ص۳)

ابی سہیل اپنے والد مالکؒ سے روایت کرتے ہیں کہ امیر المومنین حضرت عمرؓ ابن خطاب رضی اللہ عنہ نے حضرت ابوموسیٰ کی طرف خط میں لکھا کہ ظہر کی نماز پڑھو جبکہ زوال شمس ہو اور عصر کی جب زردی سے قبل سورج خوب روشن ہو اور مغرب کی جب سورج غروب ہو اور عشاء کی تاخیر کرو سونے تک۔ اور نماز صبح پڑھو حالانکہ ستارے ظاہر ہوں اور مفصل میں سے دو لمبی سورتیں اس میں پڑھا کرو۔

دیکھئے حضرت عمرؓ نے مسئلہ تحریر فرماتے وقت دلیل نہیں لکھی اور حضرت ابوموسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے اس کی دلیل دریافت نہیں کی بلکہ محض اعتماد سے تسلیم کر لیا۔ اسی کو تقلید کہتے ہیں معلوم ہوا کہ حضرت عمرؓ اور حضرت ابوموسیٰ رضی اللہ عنہما دونوں نے تقلید کو جائز رکھا۔

(۵) عَنْ مَالِكٍ اَنَّهٗ بَلَغَهٗ اَنَّ جَابِرَ بْنَ عَبْدِ اللهِ الْاَنْصَارِیَّ سُئِلَ عَنِ

لِلْمَسْحِ عَلَى الْعِمَامَةِ فَقَالَ لَا حَتّٰى يَمْسَحَ الشَّعْرَ بِالْمَاءِ (مؤطا امام مالک ص۲۳)

امام مالک رحمہ اللہ تعالیٰ کو یہ بات پہنچی ہے کہ حضرت جابر بن عبد اللہ انصاری رضی اللہ عنہ سے پگڑی پر مسح کرنے کے متعلق دریافت کیا گیا تو انہوں نے فرمایا (پگڑی پر مسح کرنا جائز) نہیں۔ یہاں تک کہ پانی کے ساتھ بالوں پر مسح کرے۔

دیکھئے حضرت جابر بن عبد اللہ رضی اللہ عنہما نے مسئلہ کی دلیل نہیں بیان کی اور سائل نے دلیل دریافت نہیں کی بلکہ محض اعتماد سے تقلید کی۔ معلوم ہوا کہ حضرت جابر رضی اللہ عنہ نے تقلید کو جائز رکھا۔

اختصار کی وجہ سے انہی پانچ واقعات پر اکتفا کیا جاتا ہے ورنہ موطین اور شرح معانی الآثار وغیرہا کتب احادیث کے مطالعہ کرنے سے صدہا واقعات ملتے ہیں جن سے صحابہ کرام میں تقلید کا پایا جانا اظہر من الشمس نظر آتا ہے۔

تابعینؒ کے تعامل سے تقلید کا ثبوت

(۱) عَنْ جَابِرِ بْنِ زَيْدٍ وَعِكْرِمَةَ أَنَّهُمَا يَكْرَهَانِ الْبُسْرَ وَحْدَهٗ وَيَاْخُذَانِ ذٰلِكَ عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ (ابو داؤد ص۱۶۵ ج۲)

جابر بن زید اور عکرمہ سے روایت ہے کہ وہ دونو صاحب (خیساندہ کے لئے) خرمائے نیم پختہ کو ناپسند کرتے تھے اور اس فتوے کو حضرت عبد اللہ بن عباسؓ سے (بطور تقلید) لیا کرتے تھے۔

دیکھئے اجلۂ تابعین میں سے حضرت جابر بن زید اور حضرت عکرمہ محض حسن ظن سے حضرت عبد اللہ بن عباس کے فتوے پر عمل کرتے تھے اور ان سے دلیل طلب نہ کیا کرتے تھے۔ یہی تقلید ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان دونو صاحبوں نے تقلید شخصی کو اختیار کیا۔

(۲) عَنْ عُبَيْدِ بْنِ أَبِي صَالِحٍ أَنَّهٗ قَالَ بِعْتُ بَزًّا مِّنْ أَهْلِ دَارِ نَخْلَةَ إِلَى

أَجَلٍ لَّهُمْ أَرَدْتُ الْخُرُوْجَ إِلَى الْكُوْفَةِ فَعَرَضُوْا عَلَيَّ أَنْ أَضَعَ عَنْهُمْ وَيَنْقُدُوْنِيْ فَسَأَلْتُ زَيْدَ بْنَ ثَابِتٍ فَقَالَ لَا أَرىٰ لَكَ أَنْ تَأْكُلَ هٰذَا وَلَا تُوْكِلَهُ

(موطا امام مالک ص۲۷۵)۔

عبید بن ابی صالحؒ سے روایت ہے۔ وہ کہتے ہیں کہ میں نے دار نخلہ والوں کے ہاتھ کچھ گیہوں فروخت کئے اور داموں کیلئے ایک میعاد مقرر کردی۔ پھر میں نے کوفہ جانا چاہا تو ان لوگوں نے مجھ سے اس بات کی درخواست کی کہ میں ان کو کچھ دام چھوڑ دوں۔ اور وہ لوگ مجھ کو نقد گن دیں۔ میں نے حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے سوال کیا۔ انہوں نے فرمایا کہ میں اس کے کھانے کی اجازت دیتا ہوں اور نہ اس کے کھلانے کی۔

دیکھئے اس مسئلہ میں حضرت زید بن ثابت رضی اللہ عنہ نے دلیل نہیں بیان کی اور عبید بن ابی صالح نے دلیل طلب کرنے کے بغیر اس کو قبول کر لیا۔ بس یہی تقلید ہے۔

مدینہ منورہ کے رہنے والے تابعین سے تقلید شخصی کا ثبوت

عَنْ عِكْرِمَةَ أَنَّ أَهْلَ الْمَدِيْنَةِ سَأَلُوْا ابْنَ عَبَّاسٍ عَنِ امْرَأَةٍ طَافَتْ ثُمَّ حَاضَتْ قَالَ لَهُمْ تَنْفِرُ قَالُوْا لَا نَأْخُذُ بِقَوْلِكَ وَنَدَعُ قَوْلَ زَيْدٍ۔ اھ (صحیح بخاری ص۲۳۷ ج۱)

حضرت عکرمہ تابعیؒ سے مروی ہے کہ اہل مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے (یہ مسئلہ پوچھا) کہ جو عورت طواف زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے (وہ طواف وداع ترک کرکے جا سکتی ہے یا نہیں) انہوں نے جواب میں فرمایا۔ جا سکتی ہے۔ (یہ جواب سن کر) اہل مدینہ نے کہا ہم آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے۔ اور حضرت زید بن ثابتؓ (عالم مدینہ) کے قول پر پابند رہیں گے۔

شروح بخاری میں اس روایت میں زائد الفاظ بھی مروی ہیں۔ چنانچہ فتح الباری ص۴۶۳ ج۳ عمدۃ القاری ص۴۴۴ ج۴۔

ارشاد الساری ص۲۴۴ ج۳ میں ہے:۔

زَادَ الثَّقَفِيُّ فَقَالُوْا لَا نُبَالِيْ اَفْتَيْتَنَا اَوْلَمْ تُفْتِنَا زَيْدُ بْنُ ثَابِتٍ يَقُوْلُ لَا تَنْفِرُ اھ

اہلِ مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ سے کہا آپ ہمیں خواہ فتویٰ دیں یا نہ دیں (ہم تو حضرت زید بن ثابتؓ کے فتویٰ پر قائم رہیں گے۔ لَا تَنْفِرُ۔

فتح الباری ص۴۶۳ ج۳ میں ہے۔ رواہ سعید بن ابی عروبۃ فی کتاب المناسک الذی رویناہ من طریق محمد بن یحیی القطعی عبد الاعلیٰ عنہ قال عن قتادۃ عن عکرمۃ نحوہ وقال فیہ لا نتابعک اذا خالفت زید بن ثابتؓ۔ اھ

عمدۃ القاری ص۴۴۴ ج۴ میں ہے فَقَالَتِ الْاَنْصَارُ لَا نُتَابِعُكَ يَا ابْنَ عَبَّاسٍ وَاَنْتَ تُخَالِفُ زَيْدًا۔ اھ

انصار مدینہ نے حضرت ابن عباسؓ کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم آپکی متابعت (تقلید) نہیں کریں گے۔ اس لئے کہ آپ ہمارے (امام) حضرت زید بن ثابت کے مخالف ہیں دیکھئے حضرات اہلِ مدینہ حضرت زید بن ثابت کی تقلید پر کیسے جمے ہوئے ہیں۔ کہ حضرت ابن عباسؓ جیسے متبحر عالم کی متابعت سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس سے زیادہ تقلید شخصی اور کیا ہو گی۔

استاذ الہند کی شہادت | حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ فرماتے ہیں۔ فَعِنْدَ ذٰلِكَ صَارَ لِكُلِّ عَالِمٍ مِنْ عُلَمَاءِ التَّابِعِيْنَ مَذْهَبٌ عَلٰى حِيَالِهٖ فَانْتَصَبَ فِيْ كُلِّ بَلَدٍ اِمَامٌ (الانصاف ص۱۱۲ مصری)

پس اس وقت تابعین علماء میں سے ہر عالم (مجتہد) کے لئے جدا مذہب ہوا۔
اور وہ ہر ایک شہر میں امام قرار پایا۔

اجماعِ امت سے تقلید کا ثبوت

(۱) هٰذِهِ الْمَذَاهِبُ الْاَرْبَعَةُ الْمُدَوَّنَةُ الْمُحَرَّرَةُ قَدِ اجْتَمَعَتِ الْاُمَّةُ اَوْمَنْ يُّعْتَدُّ بِهَا مِنْهَا عَلٰى جَوَازِ تَقْلِيْدِهَا اِلٰى يَوْمِنَا هٰذَا (حجۃ اللہ البالغہ مصری صفحہ ۱۳۲ ج ۱)

تمام امت نے یا امت کے قابلِ اعتبار افراد نے ائمہ اربعہ کے چار مشہور مذہبوں کی تقلید کے جواز پر آج تک اجماع کیا ہے۔

(۲) اِنْعَقَدَ الْاِجْمَاعُ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِالْمَذَاهِبِ الْمُخَالِفَةِ لِلْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ (فتح القدیر)۔

اس امر پر اجماع منعقد ہے کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا جائز نہیں۔

(۳) وَمَا خَالَفَ الْاَئِمَّةَ الْاَرْبَعَةَ مُخَالِفٌ لِلْاِجْمَاعِ وَقَدْ صَرَّحَ فِي التَّحْرِيْرِ اَنَّ الْاِجْمَاعَ انْعَقَدَ عَلٰى عَدَمِ الْعَمَلِ بِمَذْهَبٍ مُخَالِفٍ لِلْاَرْبَعَةِ لِانْضِبَاطِ مَذَاهِبِهِمْ وَكَثْرَةِ اَتْبَاعِهِمْ (اشباہ)

جو ائمہ اربعہ کے خلاف ہے وہ اجماع کے مخالف ہے۔ تحریر (ابن الہمام) میں مصرح ہے کہ مذاہب اربعہ کے مخالف کسی مذہب پر عمل کرنا اجماعاً جائز نہیں۔ کیونکہ ائمہ اربعہ کے مذاہب منضبط ہیں اور ان کے اتباع (مقلدین) کثیر ہیں۔

ائمہ مجتہدین سے تقلید کا ثبوت

(۱) وَاِذَا كَانَ الْمُفْتِيْ عَلٰى هٰذِهِ الصِّفَةِ فَعَلَى الْعَامِّيِّ تَقْلِيْدُهُ وَاِنْ كَانَ الْمُفْتِيْ اَخْطَأَ فِيْ ذٰلِكَ وَلَا مُعْتَبَرَ بِغَيْرِهٖ هٰكَذَا رَوَى الْحَسَنُ عَنْ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَابْنُ رُسْتُمَ عَنْ مُحَمَّدٍ وَبِشْرُ بْنُ الْوَلِيْدِ عَنْ اَبِيْ يُوْسُفَ (کفایہ شرح ہدایہ کتاب الصوم)

جب مفتی اس صفت کا (مجتہد) ہو تو عامی آدمی (غیر مجتہد) پر اسکی تقلید کرنی ضروری ہے۔ خواہ مفتی سے خطا ہو جائے۔ اسکے سوا کا اعتبار نہیں۔ ایسا ہی روایت کیا ہے حسنؒ نے امام ابوحنیفہؒ سے اور ابن رستم نے امام محمدؒ سے اور بشر بن ولیدؒ نے امام ابو یوسفؒ سے۔

(۲) وَعَنْ اَبِیْ یُوْسُفَ خِلَافُ ذٰلِكَ لِاَنَّ عَلَى الْعَامِیِّ الْاِقْتِدَاءُ بِالْفُقَهَاءِ لِعَدَمِ الْاِهْتِدَاءِ فِیْ حَقِّهٖ اِلٰی مَعْرِفَةِ الْاَحَادِیْثِ (ہدیہ اولین ص۲۰۶ کتاب الصوم۔ باب ما یوجب القضاء والکفارة۔ شامی ج۱ ص۱۱۵ مطبوعہ مصر)۔

اور امام ابو یوسفؒ سے (مسئلہ احتجام صائم میں) اس کے خلاف مروی ہے اس لئے کہ عامی (غیر مجتہد) پر فقہا (مجتہدین) کی تقلید لازم ہے کیونکہ وہ احادیث کی (پوری) معرفت کی طرف راہ نہیں پاسکتا۔

(۳) مولانا عبدالحی صاحبؒ لکھنوی ترجمہ شمس الائمہ حلوانیؒ میں لکھتے ہیں:-

وَقَدْ رُوِیَ عَنِ الْاِمَامِ الْاَعْظَمِ جَوَازُ تَقْلِیْدِ الْمُجْتَهِدِ بِمَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ (التعلیقات السنیہ علی تراجم الحنفیہ ص۹۶ طبع)۔

حضرت امام اعظم ابوحنیفہ سے مروی ہے کہ مجتہد کو اپنے سے بڑے عالم کی تقلید جائز ہے۔ جب مجتہد کو امام صاحبؒ کے نزدیک تقلید جائز ہوئی تو عامی کو تقلید کرنی امام صاحبؒ کے نزدیک ضرور واجب ہوگی۔

(۴) وَاَمَّا قَبْلَهٗ اَیْ قَبْلَ الْاِجْتِهَادِ (اِلٰی اَنْ قَالَ) وَعَنِ الْاِمَامِ اَبِیْ حَنِیْفَةَ رِوَایَتَانِ فِیْ رِوَایَةٍ یَجُوْزُ وَفِیْ اُخْرٰی لَا وَعَنِ الْاِمَامِ مُحَمَّدٍ یُقَلِّدُ مَنْ هُوَ اَعْلَمُ مِنْهُ وَهُوَ ضَرْبٌ مِّنَ الْاِجْتِهَادِ فَاِنَّهٗ لَا یَكُوْنُ اِلَّا بِالتَّاَمُّلِ فِی الرِّجَالِ لِیُعْرَفَ الْاَعْلَمُ وَقَالَ الْاِمَامُ الشَّافِعِیُّ رَحِمَهُ اللّٰهُ وَالْجُبَّائِیُّ الْمُعْتَزِلِیُّ یَجُوْزُ اِنْ كَانَ الْمُقَلَّدُ بِهٖ صَحَابِیًّا (فواتح الرحموت شرح مسلم الثبوت ص۳۹۳)

(ایک مجتہد کو) قبل از اجتہاد (دوسرے مجتہد کی تقلید کرنا جائز ہے یا نہیں۔
(سو اس مسئلہ میں) حضرت امام ابو حنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ سے دو روایتیں ہیں۔ ایک روایت میں ہے کہ (یہ تقلید) جائز ہے اور دوسری روایت میں ہے کہ جائز نہیں (کیونکہ مجتہد کو اپنے اجتہاد سے کام لینا چاہیئے۔ اور خالص تقلید تو عامی غیر مجتہد کے لئے ہے) اور امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ سے روایت ہے کہ اپنے سے زیادہ علم والے کی تقلید کرے۔ اور علم کا پتہ چلانا بھی) ایک قسم کا اجتہاد ہے۔ کیونکہ رجال میں تامل کریگا تو اعلم کا پتہ لگے گا۔ اور امام شافعی رحمہ اللہ تعالیٰ اور جبائی معتزلی نے کہا ہے کہ جس کی تقلید (مجتہد کر رہا ہے اگر وہ صحابیؓ ہے تو تقلید جائز ہے۔

(۵) وَحُكِيَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ الْحَسَنِ وَغَيْرِهِ أَنَّهُ يَجُوزُ لَهُ التَّقْلِيدُ قِيلَ مُطْلَقًا وَقِيلَ يَجُوزُ تَقْلِيدُ الْأَعْلَمِ (فتاوےٰ ابن تیمیہ ج ۲ ص ۲۰۲)۔

امام محمد رحمہ اللہ تعالیٰ اور دوسرے (ائمہ) سے منقول ہے کہ (مجتہد کو) تقلید جائز ہے کہا گیا کہ مطلقاً (جائز ہے) اور کہا گیا کہ زیادہ علم والے کی تقلید جائز ہے۔

(۶) قَالَ الشَّيْخُ أَبُو بَكْرٍ الرَّازِيُّ مِنَّا وَالْإِمَامُ أَبُو سَعِيدٍ الْبَرْدَعِيُّ وَالْإِمَامُ فَخْرُ الْإِسْلَامِ الْبَزْدَوِيُّ وَشَمْسُ الْأَئِمَّةِ السَّرْخَسِيُّ قُدِّسَ أَسْرَارُهُمْ وَأَتْبَاعُهُمْ وَمَالِكٌ وَالشَّافِعِيُّ فِي الْقَوْلِ الْقَدِيمِ وَأَحْمَدُ فِي رِوَايَةٍ رَحِمَهُمُ اللهُ تَعَالَى قَوْلُ الصَّحَابِيِّ فِيمَا يُمْكِنُ فِيهِ الرَّأْيُ مُلْحَقٌ بِالسُّنَّةِ لِغَيْرِ الصَّحَابِيِّ فَيَجِبُ عَلَيْهِ تَقْلِيدُهُ وَتَرْكُ رَأْيِهِ۔ (فواتح الرحموت ص ۲۷۱)

یعنی حنفیہ میں سے شیخ ابو بکر رازی اور امام ابو سعید بردعی اور امام فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی اور ان کے متبعین اور امام مالکؒ اور امام شافعیؒ قول قدیم میں اور امام احمد بن حنبل ایک روایت میں سب فرماتے ہیں کہ صحابیؓ کا وہ قول جس میں صحابی کے اجتہاد کو دخل ہے غیر صحابی کے لئے سنت کے حکم میں ہے۔

لہٰذا اپنی رائے چھوڑ کر صحابیؓ کی تقلید کرنا اس پر لازم ہے۔

فقہاء و علماء کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

(۱) حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحبؒ فرماتے ہیں:-

وَاِذَا كَانَ اِنْسَانٌ جَاهِلٌ فِيْ بِلَادِ الْهِنْدِ وَبِلَادِ مَاوَرَاءِ النَّهْرِ وَلَيْسَ هُنَاكَ عَالِمٌ شَافِعِيٌّ وَلَا مَالِكِيٌّ وَلَا حَنْبَلِيٌّ وَلَا كِتَابٌ مِنْ كُتُبِ هٰذِهِ الْمَذَاهِبِ وَجَبَ عَلَيْهِ اَنْ يُّقَلِّدَ بِمَذْهَبِ اَبِيْ حَنِيْفَةَ وَيَحْرُمُ عَلَيْهِ اَنْ يَّخْرُجَ مِنْ مَذْهَبِهٖ لِاَنَّهٗ حِيْنَئِذٍ يَخْلَعُ مِنْ عُنُقِهٖ رِبْقَةَ الشَّرِيْعَةِ وَيَبْقٰى سُدًى مُهْمَلًا۔ (انصاف ص۴۹)۔

جب (غیر مجتہد) عامی انسان علاقہ ہندوستان اور ماوراء النہر میں رہنے والا ہو کہ جہاں کوئی عالم شافعی اور مالکی اور حنبلی اور ان کی کتب مذہبیہ میسر نہ آسکتی ہوں۔ تو اس پر واجب ہے کہ صرف امام ابوحنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرے اور ان کے مذہب سے علیحدہ ہونا اس کیلئے حرام ہے۔ کیونکہ وہ اس وقت (ترک تقلید کی وجہ سے) شریعت کی رسی اپنی گردن سے اتار کر مہمل بیکار رہ جائے گا۔

(۲) علامہ ابن حجر مکیؒ فرماتے ہیں:-

اَمَّا فِيْ زَمَانِنَا فَقَالَ اَئِمَّتُنَا لَا يَجُوْزُ تَقْلِيْدُ غَيْرِ الْاَئِمَّةِ الْاَرْبَعَةِ الشَّافِعِيِّ وَمَالِكٍ وَاَبِيْ حَنِيْفَةَ وَاَحْمَدَ ابْنِ حَنْبَلٍ (فتح المبین شرح اربعین)

ہمارے ائمہ (شافعیہ) نے کہا ہے کہ ہمارے زمانہ میں سوائے چار اماموں (یعنی امام شافعیؒ، امام مالکؒ، امام ابوحنیفہؒ، امام احمد بن حنبلؒ رحمہم اللہ تعالیٰ) کے کسی کی تقلید جائز نہیں۔

(۳) علامہ جلال الدینؒ فرماتے ہیں:-

يَجِبُ عَلَى الْعَامِيِّ وَغَيْرِهِ مِمَّنْ لَمْ يَبْلُغْ مَرْتَبَةَ الْاِجْتِهَادِ الْتِزَامُ مَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ مِّنْ مَذَاهِبِ الْمُجْتَهِدِيْنَ (شرح جمع الجوامع)

عامی اور جو شخص مرتبہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو اس پر مذاہب مجتہدین میں سے کسی مذہب معین (کی تقلید) کا التزام واجب ہے۔

(۴) علامہ طحطاوی حاشیہ درمختار میں لکھتے ہیں:۔

مَنْ كَانَ خَارِجًا عَنْ هٰذِهِ الْاَرْبَعَةِ فِیْ هٰذَا الزَّمَانِ فَهُوَ مِنْ اَهْلِ الْبِدْعَةِ وَالنَّارِ (طحطاوی)۔

اس زمانہ میں جو شخص ان چار مذہبوں سے (استحقاقاً) باہر ہو، وہ بدعتی اور ناری (بہتر فرقوں کے) لوگوں میں سے ہے۔

(۵) علامہ شامی لکھتے ہیں:۔

حُكِيَ اَنَّ رَجُلًا مِّنْ اَصْحَابِ اَبِیْ حَنِيْفَةَ خَطَبَ اِلٰى رَجُلٍ مِّنْ اَصْحَابِ الْحَدِيْثِ اِبْنَتَهُ فِیْ عَهْدِ اَبِیْ بَكْرِ نِ الْجُوْزْجَانِیْ فَاَبٰى اِلَّا اَنْ يَّتْرُكَ مَذْهَبَهُ (اِلٰى قَوْلِهٖ) وَلٰكِنْ اَخَافُ عَلَيْهِ اَنْ يَّذْهَبَ اِيْمَانُهُ وَقْتَ النَّزْعِ لِاَنَّهُ اِسْتَخَفَّ بِالْمَذْهَبِ الَّذِیْ هُوَ حَقٌّ عِنْدَهُ وَتَرَكَهُ لِاَجْلِ جِيْفَةٍ مُنْتِنَةٍ الخ (ردالمحتار باب التعزیر صح ۲۶۳)۔

منقول ہے کہ (شیخ) ابی بکر جوزجانی ؒ کے عہد میں ایک حنفی شخص نے ایک اہلحدیث آدمی کی طرف اس کی لڑکی کے رشتہ کے متعلق خطبہ کا پیغام بھیجا تو اس اہلحدیث نے اس شرط پر اپنی لڑکی کا نکاح دینا منظور کیا کہ وہ حنفی اپنا مذہب چھوڑ کر فاتحہ خلف الامام پڑھنا اور رفع یدین وقت رکوع وغیرہ شروع کر دے حنفی نے اسے منظور کیا۔ اہل حدیث نے لڑکی کا اس سے نکاح کر دیا۔ پھر شیخ ابوبکر جوزجانی سے فتوے پوچھا گیا۔ انہوں نے سرنگوں ہونے کے بعد فرمایا۔ نکاح جائز ہے۔ لیکن

نزاع کے وقت اس حنفی (غیر مقلد بننے والے) کے ایمان دور ہو جانے کا مجھ کو اندیشہ ہے۔ کیونکہ جو مذہب اس کے اعتقاد میں حق تھا (یعنی حنفیت) اس کو گندے مُردار کی خاطر چھوڑ کر مذہب حق کی اس نے توہین کی ہے۔

(۶) مولانا اسمٰعیل شہید دہلوی رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں :-

در اعمال اتباع مذاہب اربعہ کو رائج در تمام اہل اسلام است بہتر و خوب است (صراط مستقیم)

(۷) علامہ محب اللہ بہاری اور بحر العلوم لکھتے ہیں :-

غَيْرُ الْمُجْتَهِدِ الْمُطْلَقِ وَلَوْ كَانَ عَالِمًا يَلْزَمُهُ التَّقْلِيدُ لِمُجْتَهِدٍ مَّا فِيْمَا لَا يَقْدِرُ عَلَيْهِ مِنَ الْاِجْتِهَادِيَّاتِ الخ (فواتح الرحموت ص۴۲۳)

غیر مجتہد کو مسائل اجتہادیہ میں کسی مجتہد کی تقلید کرنی لازمی ہے خواہ عالم ہی ہو۔

محدثین کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

(۱) وَحُكِيَ فِي الطَّبَقَاتِ الشَّافِعِيَّةِ اَنَّ اَبَا مُحَمَّدٍ الْجُوَيْنِيَّ اَرَادَ اَنْ يُّكْتُبَ تَصْنِيْفًا يَخْرُجُ عَنْ تَقْلِيْدِ الشَّافِعِيِّ فَكَتَبَ اِلَيْهِ الْبَيْهَقِيُّ اَنِّيْ سَمِعْتُ اِرَادَتَكَ فَاعْلَمْ اَنَّكَ لَسْتَ اَهْلَ الْاِجْتِهَادِ فَلَا تَخْرُجْ عَنْ تَقْلِيْدِ الشَّافِعِيِّ فَتَرَكَ اَبُوْ مُحَمَّدِ نِ الْجُوَيْنِيُّ مَا اَرَادَهٗ (عرف الشذی ص۳۴۳) -

طبقات شافعیہ میں منقول ہے کہ ابو محمد جوینی (محدث شافعی المذہب) کا ارادہ ہوا کہ کتاب تصنیف کریں اور امام شافعی رحمہ اللہ کی تقلید چھوڑ دیں (امام بیہقی محدث کو اس کی خبر ہوئی) تو امام بیہقی (محدث) نے ابو محمد جوینی کی طرف لکھا کہ میں نے آپ کا ارادہ (ترک تقلید) کا سنا ہے سو واضح ہو کہ آپ مجتہد نہیں ہیں۔ لہٰذا امام شافعیؒ کی تقلید ترک نہ کیجئے۔ اس کے بعد ابو محمد جوینی نے یہ ارادہ چھوڑ دیا۔

(اور تقلید شافعی پر بدستور قائم رہے)۔

(۲) شاہ ولی اللہ صاحبؒ، امام بغوی محدث سے نقل فرماتے ہیں

وَيَجِبُ عَلَىٰ مَنْ لَمْ يَجْمَعْ هٰذِهِ الشَّرَائِطَ تَقْلِيدُهٗ فِيمَا يَعِنُّ لَهٗ مِنَ الْحَوَادِثِ (عقد الجید صـ)

جو شخص شرائط اجتہاد کا جامع نہیں اس پر واجب ہے کہ پیش آنے حوادث میں مجتہد کی تقلید کرے۔

صوفیہ کرامؒ کے اقوال سے تقلید کا ثبوت

(۱) شیخ عبد الوہاب شعرانی شیخ علی خواص رحمۃ اللہ علیہ کا ارشاد نقل فرماتے ہیں:۔

وَكَانَ سَيِّدِي عَلِيٌّ الْخَوَّاصُ إِذَا سَأَلَهٗ إِنْسَانٌ عَنِ التَّقْلِيدِ بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ الْآنَ هَلْ هُوَ وَاجِبٌ أَمْ لَا يَقُوْلُ لَهٗ يَجِبُ عَلَيْكَ التَّقْلِيدُ مَادُمْتَ لَمْ تَصِلْ إِلٰى شُهُوْدِ عَيْنِ الشَّرِيْعَةِ الْأُوْلٰى (میزان کبریٰ)۔

میرے شیخ حضرت علی خواص رحمہ اللہ تعالیٰ سے جب کوئی شخص مذہب معین کی تقلید کے متعلق پوچھتا کہ اب وہ واجب ہے یا نہیں تو فرماتے کہ تم پر تقلید واجب ہے۔ جب تک کہ تم شہود عین شریعت اولیٰ (یعنی مرتبہ اجتہاد) تک نہ پہنچو۔

(۲) شیخ عبد الوہاب شعرانیؒ کا اپنا ارشاد ہے:۔

فَإِنْ قُلْتَ فَهَلْ يَجِبُ عَلَى الْمَحْجُوْبِ عَنِ الْاِطِّلَاعِ عَلَى الْعَيْنِ الْأُوْلٰى لِلشَّرِيْعَةِ التَّقْلِيْدُ بِمَذْهَبٍ مُعَيَّنٍ فَالْجَوَابُ نَعَمْ يَجِبُ عَلَيْهِ ذٰلِكَ لِئَلَّا يَضِلَّ فِيْ نَفْسِهٖ وَيُضِلَّ غَيْرَهٗ (میزان کبریٰ صـ ۲۷)۔

اگر تم یہ کہو کہ ایسے شخص پر جو درجہ اجتہاد کو نہ پہنچا ہو۔ مذہب معین کی پابندی واجب ہے یا نہیں تو جواب یہ ہے کہ ہاں اس پر (مذہب معین کی پابندی)

واجب ہے تاکہ نہ خود گمراہ ہو اور نہ دوسروں کو گمراہ کرے۔

دار الحدیث دہلی کا خاندان حنفی المذہب تھا

قریب زمانہ کے بزرگوں میں سے حضرات دہلویہ کی شخصیت چونکہ تمام مسلمانوں میں تسلیم کی جاتی ہے اسلئے بعض علماء اہلحدیث عوام کو بہکانے کیلئے یہ ظاہر کیا کرتے ہیں کہ حضرات دہلویہ مقلد نہ تھے۔ لہٰذا ہم چاہتے ہیں کہ ان کا صحیح صحیح حال عرض کر دیں۔ مولانا محسن تیمی رسالہ الیانع الجنی کے صفحہ ۷ پر ایک سند میں مولانا شاہ عبد الغنی مولانا شیخ ابوسعید۔ مولانا شاہ عبد العزیز۔ مولانا شاہ ولی اللہ رحمہم اللہ تعالیٰ کے اسماء گرامی کا ذکر کرکے صفحہ ۸ میں لکھتے ہیں:۔

قُلْتُ وَمِنْ لَطَائِفِ هٰذَا الْإِسْنَادِ أَنَّهُ اجْتَمَعَ فِيْ أَوَّلِهٖ أَرْبَعَةٌ آخِرُهُمْ أَبُوْ عَبْدِ الْعَزِيْزِ اشْتَرَكُوْا فِيْ أُمَّهَاتِ خِصَالٍ وَذٰلِكَ أَنَّهُمْ دَهْلَوِيُّوْنَ سَكَنًا وَعُمَرِيُّوْنَ نَسَبًا وَأَنَّهُمْ صُوْفِيَّةٌ أَصْحَابُ الزُّهْدِ وَالْوَرَعِ وَأَنَّهُمْ حَنَفِيُّوْنَ عَلٰى مَذْهَبِ النُّعْمَانِ أَبِيْ حَنِيْفَةَ وَصَاحِبَيْهِ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ

یعنی منجملہ اس سند کی خوبیوں کے یہ امر ہے کہ اس کے شروع میں چار بزرگ جمع ہیں کہ آخری ابو عبد العزیز (شاہ ولی اللہ صاحب) ہیں۔ ایسے ہیں جو چار امور میں شریک ہیں۔

۱۔ وہ چاروں سکونت کے اعتبار سے دہلوی ہیں۔

۲۔ نسبی خاندان کے اعتبار سے عمری (فاروقی) ہیں۔

۳۔ چاروں زاہد پرہیزگار صوفی ہیں۔

۴۔ چاروں امام ابو حنیفہ نعمان (بن ثابت) اور صاحبین کے مذہب کے موافق حنفی المذہب ہیں۔

نواب صدیق خاں صاحب اہلحدیث لکھتے ہیں:۔ کَانُوْا بِهِمْ بَيْتُ عِلْمِ الْحَنَفِيَّةِ

(المطرصث) بلکہ حضرات دہلویہ حنفی مذہب کے علم کے ظرف ہیں (یعنی پکے حنفی ہیں)
مولانا قاری عبدالرحمٰن صاحبؒ پانی پتی۔ مولانا عبدالعزیز صاحب اور مولانا
شاہ محمد اسحٰق صاحبؒ کے متعلق لکھتے ہیں:۔
" دونوں میاں صاحب اہل سنت وحنفی المذہب تھے" (کشف الحجاب ص۲۱)
پھر مولانا محمد اسمٰعیل صاحب شہیدؒ کے متعلق لکھتے ہیں:۔
مولوی اسمٰعیل صاحب کو ہم نے دیکھا۔ اہل سنت اہل مذہب حنفی ومحدث مفسر تھے
(کشف الحجاب ص۲۲) پھر دوسری جگہ لکھتے ہیں:۔
"اب کے لوگوں نے مولوی اسمٰعیل صاحب کو نہیں دیکھا۔ پر ہم نے ان کو دیکھا
ہے۔ وہ ایک عالم مقلد نیک نیت باخدا اور شہید تھے۔ وہ ہرگز لامذہب غیر مقلد نہیں
تھے۔ ان کو غیر مقلد کہنے والا جھوٹا ہے۔ اور ان کی بعض تحریر میں جو خلاف مذہب کے
ہے سو وہ بھی ان کی تقلید دادا پیر دادا حضرت شاہ ولی اللہ کی ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ
رحمۃ اللہ علیہ نے جب علم حدیث اپنے اوستاد محمد بن ابراہیم شافعی مدنی سے سند
کیا تو بعض مسائل مذہب شافعی کے دلائل معتبر سمجھے اور مذہب شافعی اختیار کیا
جب ان کے اوستاد جو شافعی مذہب تھے ان کو خبر ہوئی۔ انہوں نے تبدیل مذہب
کا سبب پوچھا۔ تو شاہ صاحبؒ نے سبب اس کا قوت دلائل مذہب شافعی کی بیان
کی حضرت اوستاد نے فرمایا کہ یہ غلط ہے۔ مذہب حنفی کے دلائل قوی ہیں تم سمجھے
نہیں۔ میں اگرچہ شافعی ہوں پر ابوحنیفہؒ کی طرف سے جواب دیتا ہوں ضعف
دلیل کا جو شبہ تم کو ہو بیان کرو۔ چنانچہ بعد گفتگو کے حضرت اوستاد نے شاہ ولی اللہ
کو مذہب حنفی پر قائم کیا۔ چنانچہ عمر بھر مذہب حنفی پر قائم رہے (الی ان قال) مولوی
اسمٰعیل صاحب نے جو اپنے دادا کی تصانیف دیکھی اپنے دادا کی تقلید کرلی۔
(کشف الحجاب ص۲۲) نواب صدیق حسن خانصاحب بھی اسکی تائید کرتے ہیں (المطرصث)

منکرین تقلید کے شبہات کا جواب

مناسب معلوم ہوتا ہے کہ منکرین تقلید کے موٹے موٹے شبہات کا اختصار سے پہلے اجمالی جواب اور پھر تفصیلی جواب ذکر کر دیا جائے تاکہ مسئلہ تقلید کے دونوں پہلو سامنے آجائیں۔

اجمالی جواب تقلید دو قسم پر ہے۔ مشروع۔ غیر مشروع۔

تقلید مشروع ایسے مسائل اجتہادیہ میں ہے جن میں شرعاً اجتہاد کا دخل ہے اور ان کو ایسے ائمہ دین نے بطور تشریع قرآن و حدیث سے استنباط کیا ہے جو اجتہاد کے اہل ہیں اور جن کا زہد و تقوٰے اور صدق و اخلاص شہرۂ آفاق ہے اور جن کا اجتہاد فی الدین اور استنباط مسائل شرعیہ مسلّم ہے ایسے مسائل میں ہر ہر جزئی کی تفصیلی تحقیق معلوم کرنے کے بغیر صرف ان ائمہ دین کی مجموعی حالت علمی و عملی کو بطور تحقیق اجمالی قابل اعتماد سمجھ کر صاحب العمل اعتقاد کرنا شرعاً مستحسن بلکہ واجب ہے۔ مقلدین اسی تقلید کے قائل ہیں۔ خواہ شخصی ہو یا غیر شخصی اور اس کا ثبوت قرآنؔ حدیث و تعامل خیر القرون و اقوال فقہا و محدثین و ارشادات صوفیہ عظام سے روز روشن کی طرح ظاہر و باہر ہے۔ جیسا کہ اوراق سابقہ سے معلوم ہوا۔

تقلید غیر مشروع ایسے امور میں ہے جن میں شرعاً اجتہاد کا دخل نہیں یا ان کا استنباط کرنے والا اجتہاد کا اہل نہیں یا دیندار نہیں یا مسلمان ہی نہیں پس یہاں مجموعی حالت مخالف نصوص ہے اس لئے اس قسم کی تقلید قبیح بلکہ حرام ہے۔ اس تمہید کے بعد تمام شبہات کا اجمالاً جواب یہ ہے کہ علمار اہلحدیث کے تمام شبہات ایک مغالطہ باطلہ پر مبنی ہیں۔ وہ یہ کہ مقلدین کے مقابلہ میں دعویٰ تو کرتے ہیں۔ تقلید مشروع کے ممنوع ہونے کا اور ثبوت دعویٰ میں دلائل وہ پیش کرتے ہیں جو تقلید غیر مشروع کے رد

میں وارد ہوئے ہیں۔ پس تقریب تام نہیں۔ لہٰذا ہم کو جواب میں یہی عرض کردینا کافی ہے

ہرگز نہ رسی بکعبہ اے اعرابی
کایں راہ کہ تو میروی بترکستان است

تفصیلی جواب تعداد و شمار بڑھانے کے لئے تو رسائل اہلحدیث میں دلائل بہت ذکر کئے گئے ہیں۔ مگر اختلاف نتائج کے اعتبار سے بالکل کم ہیں اس لئے ان کے چیدہ چیدہ دلائل کو بعنوان شبہات ذکر کر کے جواب دیا جاتا ہے۔ نظر انصاف سے مطالعہ فرمایا جائے۔

پہلا شبہ قرآن مجید میں ہے:۔ وَاِذَا قِيْلَ لَهُمُ اتَّبِعُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ قَالُوْا بَلْ نَتَّبِعُ مَآ اَلْفَيْنَا عَلَيْهِ اٰبَآءَنَا اَوَلَوْ كَانَ اٰبَآؤُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَهْتَدُوْنَ (سورہ بقرہ پ ۲)۔

جب کفار سے کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو۔ ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو وہ جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادوں کو پایا۔ (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں) کیا ہر حالت میں اپنے باپ دادوں کی پیروی کرتے رہیں گے۔ گو ان کے باپ دادے نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں اور نہ حق کی راہ پاتے ہوں۔

اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ کسی بزرگ کی تقلید جائز نہیں۔

جواب یہ شبہ سراسر مغالطہ ہے۔ کیونکہ جن لوگوں کی تقلید کی جاتی ہے۔ وہ دو قسم پر ہیں۔ ایک کفار اور دوسرے ائمہ مجتہدین۔

(۱) کفار کی تقلید حرام ہے اور اسی کو حق تعالیٰ نے رد فرمایا ہے۔ کیونکہ کفار جن گوروں کی تقلید کیا کرتے تھے وہ خود دین الٰہی کے منکر اور گمراہ تھے اور احکام الٰہی کے خلاف حکم دیا کرتے تھے۔ ان کے چیلے شرعی احکام کے رد کرنے کی غرض سے

ان کی تقلید کیا کرتے تھے۔

(۲) بزرگانِ دین ائمہ مجتہدین کی تقلید جو عام مسلمانوں میں شروع اسلام سے رائج ہے کسی آیت یا حدیث میں اس سے منع نہیں کیا گیا بلکہ جابجا اس کا حکم دیا گیا ہے۔ کیونکہ ائمہ مجتہدین علم شریعت و طریقت کے جامع اور ہادی و مہتدی اور ان کی تقلید سے اصل مقصد خدا و رسول کی اتباع کرنا ہے وَالْعَامِیُّ اِنَّمَا اتَّبَعَ الْمُجْتَهِدَ مِنْ جِهَةِ تَوَجُّهِهٖ اِلٰی صَوْبِ الْعِلْمِ الْحَاكِمِ (الاعتصام ص۲۵۲ ج۲) مجتہد کی اتباع عامی سلیئے کرتا ہے کہ وہ اس کے واسطہ سے علم حاکم (قرآن و حدیث) کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے فَعَلٰی کُلِّ تَقْدِیْرٍ لَا یُتَّبَعُ اَحَدٌ مِّنَ الْعُلَمَاءِ اِلَّا مِنْ حَیْثُ هُوَ مُتَوَجِّهٌ نَحْوَ الشَّرِیْعَةِ قَائِمٌ بِحُجَّتِهَا (الاعتصام ص۲۵۳ ج۲) ہر مجتہد عالم اسی لیے تقلید کیا جاتا ہے کہ وہ شرعی دلائل کیساتھ شریعت کی طرف متوجہ ہو رہا ہے

وَلَيْسَ مَحَلُّهٗ فِيْمَنْ لَا يَدِيْنُ اِلَّا بِقَوْلِ النَّبِيِّ صلى الله عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا يَعْتَقِدُ حَلَالًا اِلَّا مَا اَحَلَّهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلَا حَرَامًا اِلَّا مَا حَرَّمَهُ اللّٰهُ وَرَسُوْلُهٗ وَلٰكِنْ لَمَّا لَمْ يَكُنْ لَهٗ عِلْمٌ بِمَا قَالَهُ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا بِطَرِيْقِ الْجَمْعِ بَيْنَ الْمُخْتَلِفَاتِ مِنْ كَلَامِهٖ وَلَا بِطَرِيْقِ الْاِسْتِنْبَاطِ مِنْ كَلَامِهٖ اِتَّبَعَ عَالِمًا رَاشِدًا عَلٰى اَنَّهٗ مُصِيْبٌ فِيْمَا يَقُوْلُ وَيُفْتِيْ ظَاهِرًا مُتَّبِعٌ سُنَّةَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنْ خَالَفَ مَا يَظُنُّهٗ اَقْلَعَ مِنْ سَاعَتِهٖ مِنْ غَيْرِ جِدَالٍ وَلَا اِصْرَارٍ فَهٰذَا كَيْفَ يُنْكِرُهٗ اَحَدٌ مَعَ اَنَّ الْاِسْتِفْتَاءَ وَالْاِفْتَاءَ لَمْ يَزَلْ بَيْنَ الْمُسْلِمِيْنَ مِنْ عَهْدِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَلَا فَرْقَ بَيْنَ اَنْ يَّسْتَفْتِيَ هٰذَا دَائِمًا اَوْ يَسْتَفْتِيَ هٰذَا حِيْنًا وَذَالِكَ حِيْنًا بَعْدَ اَنْ يَّكُوْنَ مُجْمِعًا عَلٰى مَا ذَكَرْنَاهُ (حجۃ اللہ البالغہ مطبوعہ مصر ص۱۲۲)۔

شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں۔ تقلید اس شخص کے حق میں ممنوع نہیں

جس کا مقصود قول رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر عمل کرنا ہو اور وہ اللہ و رسول کی حلال کردہ چیز کو حلال اور حرام کردہ کو حرام اعتقاد کرتا ہو لیکن جبکہ اس کو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشادات کا پورا علم نہیں ہوا اور جمع بین المختلفات کا طریق معلوم نہیں۔ اور نہ آپ کی کلام سے استنباط احکام پر قدرت ہے تو (ایسی صورت میں) اس نے کسی دینی پیشوا کی باایں خیال پیروی کر لی کہ یہ اپنے قول و فتوی میں ظاہراً مصیب ہے اور متبع سنت نبویہ ہے (ہاں یہ بھی خیال ہے) کہ اگر کسی وقت اسکو مخالف سنت نبویہ پایا تو فوراً چھوڑ دوں گا۔ تو ایسی تقلید کا کون انکار کر سکتا ہے۔ باوجودیکہ عہد نبوی سے اہل اسلام میں اس قسم کی تقلید دی استفتار و افتار کا سلسلہ جاری چلا آتا ہے اور اس میں تقلید شخصی اور غیر شخصی کا کوئی فرق نہیں (جواز میں دونوں برابر ہیں)۔

دوسرا شبہ | قرآن مجید میں ہے۔ اِتَّخَذُوْا اَحْبَارَهُمْ وَرُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ (سورہ توبہ پ۱۰)۔

ٹھہراتے ہیں اپنے علماء اور درویشوں کو خدا۔ اللہ کو چھوڑ کر۔

اس آیت کے تحت میں امام فخر الدین رازی تفسیر کبیر مطبوعہ مصر کے ج۴ ص۴۲۲ میں لکھتے ہیں:۔

اَلْاَكْثَرُوْنَ مِنَ الْمُفَسِّرِيْنَ قَالُوْا لَيْسَ الْمُرَادُ مِنَ الْاَرْبَابِ اَنَّهُمْ اِعْتَقَدُوْا فِيْهِمْ اَنَّهُمْ اٰلِهَةُ الْعَالَمِ بَلِ الْمُرَادُ اَنَّهُمْ اَطَاعُوْهُمْ فِيْ اَوَامِرِهِمْ وَنَوَاهِيْهِمْ ۔نُقِلَ اَنَّ عَدِيَّ بْنَ حَاتِمٍ كَانَ نَصْرَانِيًّا فَانْتَهٰى اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَهُوَ يَقْرَءُ سُوْرَةَ بَرَاءَةَ فَوَصَلَ اِلٰى هٰذِهِ الْاٰيَةِ قَالَ فَقُلْتُ لَسْنَا نَعْبُدُهُمْ فَقَالَ اَلَيْسَ يُحَرِّمُوْنَ مَا اَحَلَّ اللّٰهُ فَتُحَرِّمُوْنَهُ وَيُحِلُّوْنَ مَا حَرَّمَ اللّٰهُ فَتَسْتَحِلُّوْنَهُ فَقُلْتُ بَلٰى قَالَ فَتِلْكَ عِبَادَتُهُمْ۔

اس سے یہ معلوم ہوا کہ کسی پیشوا کے امر و نہی کی اطاعت کرنا شرک ہے لہٰذا تقلید ائمہ مجتہدین شرک ہوئی۔

جواب یہود و نصاریٰ کے احبار و رہبان محض اپنی رائے سے احکام الٰہی کے خلاف امر و نہی کیا کرتے اور لوگ انہیں کو مطاع مطلق جانتے تھے اس لئے ایسی اطاعت کو شرک کہا گیا۔ اور ائمہ مجتہدین کے مسائل اجتہادیہ قرآن و حدیث کی مراد کے لئے مظہر ہوا کرتے ہیں اور ان کا اجتہاد قرآن و حدیث سے مستنبط ہوا کرتا ہے۔ اس لئے ان کا امر و نہی از خود نہیں ہوتا اور نہ ان کو مطاع مطلق سمجھ کر ان کی پیروی کی جاتی ہے۔ بلکہ ان کو خدا و رسول کی اطاعت کا واسطہ سمجھا جاتا ہے۔ لہٰذا تقلید ائمہ مجتہدین کی مخالفت اس آیت سے ہرگز نہیں نکلتی۔

مولانا عبد الحی لکھنویؒ اس استدلال کو نقل کر کے لکھتے ہیں:۔

قَدْ ضَلَّ مَنِ اسْتَشْهَدَ بِالْاٰیَةِ الْمَذْکُوْرَةِ وَالْحَدِیْثِ الْمَذْکُوْرِ وَالْعِبَارَةِ الْمَسْطُوْرَةِ وَنَحْوِهَا الْوَارِدَةِ مِنْ اَجِلَّةِ الْعُلَمَاءِ عَلٰی اِبْطَالِ مُطْلَقِ التَّقْلِیْدِ وَحَکَمَ بِکَوْنِهٖ شِرْکًا وَضَلَالَةً وَبِدْعَةً مِنْ غَیْرِ فَرْقٍ بَیْنَ التَّقْلِیْدِ الْجَامِدِ الْکَاسِدِ وَبَیْنَ التَّقْلِیْدِ الْمَرْغُوْبِ الْمَنْدُوْبِ (خیر الکلام صـ)۔

تیسرا شبہ عَنْ مَالِكِ بْنِ اَنَسٍ مُرْسَلًا قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ تَرَکْتُ فِیْکُمْ اَمْرَیْنِ لَنْ تَضِلُّوْا مَا تَمَسَّکْتُمْ بِهِمَا کِتَابَ اللّٰهِ وَسُنَّةَ رَسُوْلِهٖ (رواہ فی الموطا مشکوٰۃ باب الاعتصام صـ۳۱)۔

امام مالکؒ موطا میں مرسل روایت میں فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ میں نے تم میں دو چیزیں چھوڑی ہیں جب تک تم ان پر عمل کرو گے ہرگز

لے یعنی جس شخص نے کہا کہ مطلق تقلید باطل اور شرک اور ضلالت اور بدعت ہے اور دلیل میں آیت مذکورہ اور عبارت مسطورہ کو پیش کیا وہ شخص گمراہ ہے کیونکہ اس نے تقلید فاسد اور تقلید مستحسن میں فرق نہیں کیا۔۱۲

گمراہ نہیں ہو گے۔ ایک اللہ کی کتاب اور دوسرے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت۔

اس حدیث میں کتاب اللہ اور حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا قابل عمل ہونا اور گمراہی سے بچاؤ کا ذریعہ ہونا اس امر کی دلیل ہے کہ ان دونوں کے سوائے کسی امام کی مسائل اجتہادیہ میں تقلید کرنا جائز نہیں۔

جواب ائمہ مجتہدین مسائل اجتہادیہ کو قرآن و حدیث ہی سے مستنبط کرتے ہیں۔ اور انہی کی تشریح کیا کرتے ہیں۔ پھر ایسے مسائل کو تقلیداً قبول کرنا عین قرآن و حدیث کی اتباع ہے اس لئے کہ قرآن و حدیث سے مراد عام ہے کہ اس کے مسائل ظاہرہ ہوں یا اجتہادیہ۔

چوتھا شبہ عَنْ جَابِرٍ اَنَّ عُمَرَ ابْنَ الْخَطَّابِ اَتٰى رَسُوْلَ اللّٰهِ بِنُسْخَةٍ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَقَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ هٰذِهٖ نُسْخَةٌ مِّنَ التَّوْرَاةِ فَسَكَتَ (اِلٰى اَنْ قَالَ) فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَالَّذِىْ نَفْسُ مُحَمَّدٍ بِيَدِهٖ لَوْ بَدَا لَكُمْ مُوْسٰى فَاتَّبَعْتُمُوْهُ وَتَرَكْتُمُوْنِىْ لَضَلَلْتُمْ عَنْ سَوَاءِ السَّبِيْلِ (رواہ الدارمی مشکوٰۃ ص ۳۲)

حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ حضرت عمرؓ بن خطاب ایک نسخہ تورات کا لے کر آئے اور عرض کیا کہ اے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم یہ تورات کا نسخہ ہے۔ آپ خاموش رہے۔ انہوں نے پڑھنا شروع کیا۔ آپ کے چہرہ مبارک پر ناراضگی کے آثار نمایاں ہونے شروع ہو گئے (اس حدیث کے آخر میں ہے) کہ حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا! قسم ہے اس ذات کی کہ محمد کی جان اس کے قبضہ میں ہے اگر تمہارے لئے حضرت موسیٰ علیہ السلام ظاہر ہو جائیں اور تم مجھ کو چھوڑ کر ان کی پیروی کرنے لگو تو تم سیدھے راستے سے گمراہ ہو جاؤ گے۔

اس حدیث سے معلوم ہوتا ہے کہ جب حضور پرنور صلی اللہ علیہ وسلم کا

طریقہ چھوڑ کر حضرت موسیٰ علیہ السلام جیسے اولوالعزم پیغمبر کی تقلید جائز نہیں تو کسی امام یا مجتہد کی تقلید کس طرح جائز ہو سکتی ہے۔

جواب حضرت موسیٰ علیہ السلام صاحب شریعت مستقلہ پیغمبر ہیں۔ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت شریعت موسویہ کیلئے ناسخ ہے۔ اگر حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں موسیٰ علیہ السلام کی اتباع کی جاتی تو مسائل منسوخہ میں بھی اتباع ہوتی۔ جو حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی شریعت کے انکار کو مستلزم ہوتا۔ اور یہ صریح کفر ہے۔ اسی واسطے وَتَرَكْتُمُونِي (اور تم مجھ کو چھوڑ دیتے) فرمایا۔ اگر مجتہدین کی تقلید میں عین اتباع رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اس لئے کہ وہ حضور پُر نور صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی فرمانبردار قرآن وحدیث پر عمل کرنے والے۔ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع ہی کی غرض سے مسائل اجتہادیہ کا استنباط کرنیوالے ہیں۔ فَأَيْنَ هٰذَا مِنْ ذٰلِكَ۔

پانچواں شبہ عہد صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم میں تقلید کا وجود نہ تھا۔ لہذا تقلید بدعت ہوئی۔ نیز صحابہ کرامؓ افضل الامت ہیں۔ ائمہ اربعہ ان سے مفضول۔ اگر تقلید جائز ہوتی تو بجائے صحابہ کرامؓ کے ائمہ اربعہ کی تقلید کیوں رائج نہ ہوتی۔

جواب اولاً نفاعل صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم سے زمانہ خیر القرون میں تقلید کا پایا جانا ثابت ہو چکا ہے۔ افضل کے ہوتے ہوئے مفضول کی تقلید جائز ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحبؒ لکھتے ہیں :-

وَرَدَّ بِأَنَّ اعْتِقَادَ أَفْضَلِيَّةِ الْإِمَامِ عَلٰى سَائِرِ الْأَئِمَّةِ مُطْلَقًا غَيْرُ لَازِمٍ فِيْ صِحَّةِ التَّقْلِيْدِ لِمَا عُلِمَ أَنَّ الصَّحَابَةَ وَالتَّابِعِيْنَ كَانُوْا يَعْتَقِدُوْنَ أَنَّ خَيْرَ هٰذِهِ الْأُمَّةِ أَبُوْبَكْرٍ ثُمَّ عُمَرُ وَكَانُوْا يُقَلِّدُوْنَ فِيْ كَثِيْرٍ

مِّنَ الْمَسَائِلِ بِخِلَافِ قَوْلِهِمَا دَلَّ تُنْكِرْهُ عَلَىٰ ذٰلِكَ اَحَدٌ فَكَانَ اِجْمَاعًا عَلٰی مَا قُلْنَاہُ (عقد الجید ص ۳۵) ۔

یعنی پہلی بات اس طرح رد کی گئی ہے کہ تقلید کے صحیح ہونے میں بالاجماع یہ اعتقاد رکھنا ضروری نہیں کہ (میرا) امام باقی سبؒ پر مطلقاً فضیلت رکھتا ہے۔ اس لئے کہ صحابہ کرام و تابعین رضی اللہ عنہم یہ عقیدہ رکھتے تھے کہ تمام امت میں سے افضل حضرت ابوبکرؓ ہیں پھر حضرت عمرؓ حالانکہ بہت سے مسائل (اختلافیہ) میں ان دونوں حضرات کے مخالف دوسرے صاحبوں کی تقلید کیا کرتے تھے اور کسی نے ان پر انکار نہیں کیا۔ لہٰذا یہ مسئلہ اجماعی ہوا۔

ثانیاً صحابہ کرامؓ کی تقلید اس لئے ترک نہیں کی گئی کہ وہ افضل الامت نہیں۔ حاشا و کلا۔ بلکہ اس لئے ترک کی گئی ہے کہ ان کے جملہ مسائل مجتہد فیہا مدون نہیں اور ہم تک پہنچے نہیں۔ بخلاف ائمہ اربعہ کے کہ ان کے سب مسائل مدون ہیں اور بوجہ میسر آسکنے کے ان پر عمل کرنا ہم کو آسان ہے۔

چھٹا شبہ | ائمہ مجتہدین خود اپنی تقلید سے منع کرتے تھے پھر ان کی تقلید کیسے جائز ہوگی اسی طرح بہت سے فقہاء بھی۔

پہلا جواب | یہ کہنا کہ ائمہ مجتہدین تقلید سے منع کیا کرتے تھے یہ صحیح نہیں اسلئے کہ وہ تمام لوگوں کو جو فتوے دیا کرتے تھے وہ اکثر دلائل اور بیان ماخذ سے خالی ہوا کرتے تھے۔ اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ تقلید کو عملی طور پر جائز رکھا کرتے تھے۔ فقہاء سے بھی اسی طرح عملاً تقلید کا ثبوت ہے۔

دوسرا جواب | ائمہ مجتہدین نے تقلید سے جہاں منع کیا ہے وہ ان لوگوں کو منع کیا ہے جو خود درجہ اجتہاد تک پہنچے ہوئے تھے امام شعرانیؒ فرماتے ہیں۔

وَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰی مَنْ لَّهٗ قُدْرَةٌ عَلَى اسْتِنْبَاطِ الْاَحْكَامِ مِنَ الْكِتَابِ

وَالسُّنَّةِ وَالَّا فَقَدْ صَرَّحَ الْعُلَمَاءُ بِاَنَّ التَّقْلِيْدَ وَاجِبٌ عَلَى الْعَامِيِّ لِئَلَّا يَضِلَّ فِيْ دِيْنِهٖ (میزان کبریٰ مطبوعہ مصر ص۱۶ ج۱) ۔

یعنی تقلید کی ممانعت اس شخص کے لئے ہے جو پورا مجتہد ہو ورنہ علماء کرام تصریح کرتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے تاکہ وہ اپنے دین میں گمراہ نہ ہو جائے اور فقہاء کرام نے بھی تقلید مذموم سے منع کیا ہے نہ محمود سے ۔

وَهُوَ مَحْمُوْلٌ عَلٰى مَنْ اُعْطِيَ قُوَّةَ الْاِجْتِهَادِ وَاَمَّا الضَّعِيْفُ فَيَجِبُ عَلَيْهِ التَّقْلِيْدُ لِاَحَدٍ مِّنَ الْاَئِمَّةِ وَاِلَّا هَلَكَ وَضَلَّ (الیواقیت الجواہر ص۹۶ ج۲)

یہ مجتہد کیلئے ہے اور غیر مجتہد پر ایک امام کی تقلید واجب ہے ورنہ برباد اور گمراہ ہو جائے گا ۔

ساتواں شبہ (۱) — مولانا رومؒ مثنوی معنوی میں کئی جگہ تقلید کی مذمت فرماتے ہیں ۔ چنانچہ ایک جگہ لکھتے ہیں : ؎

مر مرا تقلید شاں بر باد داد که دو صد لعنت براں تقلید باد

(۲) شیخ سعدیؒ بوستاں کے باب ہشتم میں لکھتے ہیں : ؎

عبادت بتقلید گمراہی است خنک رہروے راکہ آگاہی است

جواب (۱) ہم پہلے بتلا چکے ہیں کہ تقلید دو قسم پر ہے مشروع و غیر مشروع ۔ مولاناؒ نے شعر مذکور میں تقلید غیر مشروع کا ذکر کیا ہے ۔ اس لئے تقلید کو لفظ "شاں" سے مقید کیا ہے اور مطلق نہیں بیان کیا تفصیل اس کی یہ ہے کہ اس شعر سے پہلے ایک صوفی کا قصہ ہے جو کہ نا اہلوں کی تقلید میں "خر برفت و خر برفت" کہتا رہا تھا ۔ اور بعد پچھتایا تھا ۔ تو اس کے متعلق مولاناؒ فرماتے ہیں کہ ایسی تقلید یعنی نا اہلوں کی جو غافل من الحق ہیں گمراہی ہے ۔ اسی طرح جو لوگ گمراہ ہیں ان کی تقلید کی بھی اس کے بعد مذمت فرماتے ہیں ۔

خاصۂ تقلید چنیں بے حاصلاں   کا برود از بحث تند از بہر ناں

رسمی تقلید مشروع جو اہل اللہ اور مقبول بندوں کی ہوا کرتی ہے۔ اس کی

جا بجا مدح اور تعریف بیان فرماتے ہیں ؎

عکس چنداں باید از یارانِ خوش   کہ شوی از بحر بے عکس آبکش

عکس کا دل زد تو آں تقلید داں   چوں پیاپی شد شود تحقیق آں

تا نشد تحقیق از یاراں مبر   از صدف مگسل نگشتہ قطرہ در

(۲) شیخ سعدیؒ بھی بوستاں کے باب ہشتم میں تقلید غیر مشروع اور مذموم کی

مذمت فرما رہے ہیں تفصیل اس کی یہ ہے کہ شیخ سعدیؒ نے حکایت سفر ہندوستان

وضلالت بت پرستاں میں سومنات کے بت اور مکار برہمن کا قصہ بیان کیا ہے۔

چنانچہ پہلا شعر یہ ہے ؎

بتے دیدم از عاج در سومنات   مرصع چو در جاہلیت منات

پھر اس واقعہ کے ضمن میں اس تقلید غیر مشروع کی مذمت کرتے ہیں۔ جو کہ

بت پرستوں نے برہمن کی کی ہوئی تھی۔ بھلا اس کو اہل اللہ اور ائمہ دین کی تقلید

کے ساتھ کیا دخل جو کہ مشروع اور ممدوح ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ وَالسَّلَامُ

عَلٰی سَیِّدِ الْمُرْسَلِیْنَ وَعَلٰی اٰلِہٖ وَصَحْبِہٖ اَجْمَعِیْنَ ۝

خیر محمد جالندھری عفا اللہ عنہ

ذی الحجہ ۱۳۵۲ھ

اَلْکَلَامُ الْفَرِیْد

فِیْ

اِلْتِزَامِ التَّقْلِیْد

(منقول از امداد الفتاویٰ جلد ۳ ص۵۳)

اثبات تقلید کے متعلق یہ وہ فیصلہ کن دُرِّ نادر ہے جسکو حجۃ العارفین سراج المفسرین مجدد الملت حکیم الامت سیدی حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب تھانوی چشتی حنفی دامت برکاتہم نے ایک استفتاء کے جواب میں بزمانہ قیام مدرسہ جامع العلوم کانپور ۱۳۱۴ھ میں تحریر فرمایا تھا۔ اور احقر کے درخواست کرنے پر مندرجہ بالا اس کا نام بھی آجکل تجویز فرما دیا۔

(خیر محمد عفا اللہ عنہ)

الجواب:۔ احکام شرعیہ دو قسم پر ہیں منصوص غیر منصوص منصوص دو نوع ہیں متعارض غیر متعارض متعارض دو قسم ہیں معلوم التقدیم والتاخیر۔ غیر معلوم التقدیم والتاخیر پس احکام منصوصہ غیر متعارضہ یا متعارضہ معلومۃ التقدیم والتاخیر میں نہ قیاس جائز نہ کسی کے قیاس کا اتباع جائز لقولہ تعالیٰ وَاِنْ هُمْ اِلَّا يَخْرُصُوْنَ[1] ولقولہ تعالیٰ اِنْ يَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ[2] اس ظن سے مراد وہی ظن ہے جو مقابل نص کے ہو اور احکام غیر منصوصہ یا منصوصہ متعارضہ غیر معلومۃ التقدیم والتاخیر میں یا تو کچھ عمل کریگا یا کچھ نہ کریگا۔ اگر کچھ نہ کیا تو مخالف نص اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى[3] اور اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا[4] کے لازم آئے۔ اگر کچھ کیا تو بدون علم یا تعین کسی جانب کے عمل ممکن نہیں پس علم یا تعین حکم نص سے تو ہو نہیں سکتا۔ لِعَدَمِ النَّصِّ فِی الْاَوَّلِ وَالتَّعَارُضِ مِنْ غَيْرِ عِلْمٍ بِالتَّقْدِيْمِ وَالتَّاخِيْرِ فِی الثَّانِیْ۔[5]

---

[1] اللہ تعالیٰ کا فرمان اور نہیں ہیں وہ مگر (بے بنیاد) خیالات پکاتے (سورہ انعام پ) ۱۲

[2] نہیں پیروی کرتے مگر بے اصل خیالات کی (سورہ نجم پ۲۷) [3] کیا انسان یہ خیال کرتا ہے کہ یونہی مہمل چھوڑ دیا جائیگا (سورہ قیامت پ۲۹) ۱۲۔ [4] کیا تم نے یہ خیال ہے کہ ہم نے تم کو یونہی مہمل (خالی از حکمت) پیدا کر دیا ہے (سورہ مومنون پ۱۸) ۱۲ [5] کیونکہ پہلی صورت میں نص نہیں اور دوسری صورت میں بغیر علم تقدیم و تاخیر کے تعرض ہے ۱۲ + خیر محمد عفی عنہ

ضرور علم بالتعیین قیاس سے ہوگا۔ پس یا قیاس ہر شخص کا شرعاً معتبر ہے کہ جو کسی کی سمجھ میں آئے یا بعض کا معتبر ہے بعض کا نہیں۔ کل کا تو معتبر ہو نہیں سکتا لقولہ تعالیٰ وَلَوْ رَدُّوْهُ إِلَى الرَّسُوْلِ وَإِلٰى أُولِي الْأَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ[1] پس بعض کا معتبر ہوگا۔ بعض کا نہ ہوگا۔ جس کا معتبر ہے اس کو مجتہد و مستنبط کہتے ہیں جس کا معتبر نہیں اس کو مقلد کہتے ہیں۔ پس مقلد پر ضرور ہوا کہ کسی مجتہد کی تقلید کرے لقولہ تعالیٰ[2] وَاتَّبِعْ سَبِيْلَ مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ۔

اب جاننا چاہیئے کہ ائمہ اربعہ کے تاریخی حالات سے بالقطع معلوم ہے کہ تحت عموم مَنْ أَنَابَ إِلَيَّ کے داخل ہیں پس ان کا اتباع بھی ضروری ہوگا۔ رہی یہ بات کہ مجتہد تو بہت سارے گذرے ہیں۔ کسی دوسرے کی تقلید کیوں نہ کی جائے۔ اس کا جواب یہ ہے کہ اتباع سبیل کیلئے علم سبیل ضروری ہے اور ظاہر ہے کہ بجز ائمہ اربعہ کے کسی مجتہد کا سبیل بتفصیل جزئیات و فروع معلوم نہیں۔ پس کیونکر کسی کا اتباع ممکن ہے۔ پس انحصار مذاہب اربعہ میں ثابت ہوا۔ رہی یہ بات کہ ان چاروں میں سے ایک ہی کی تقلید کیوں ہو۔ اس کی وجہ یہ ہے کہ مسائل دو قسم کے ہیں متفق علیہا۔ مختلف فیہا۔ مسائل متفق علیہا میں تو سب کا اتباع ہوگا۔ مسائل مختلف فیہا میں سب کا اتباع) تو ہو نہیں سکتا بعض کا ہوگا۔ پس ضرور ہے کہ کوئی وجہ ترجیح کی ہو سو حق تعالیٰ نے اتباع کو[3] انابۃ الی اللہ پر معلق فرمایا ہے۔ جس امام کی انابت الی اللہ زائد معلوم ہوگی اس کا اتباع کیا جائے۔ اب تحقیق زیادہ انابت کی یا تفصیلاً کی جاسکتی یا اجمالاً۔ تفصیلاً یہ کہ ہر فرع و جزئی مختلف فیہ میں دیکھا جائے کہ حق کس کی جانب ہے۔ اجمالاً یہ کہ ہر امام کے مجموعہ حالات و کیفیت پر نظر کی جائے کہ غالباً کون حق پر ہے اور کس کی انابت زائد ہے۔ صورت اولیٰ میں علاوہ حرج اور تکلیف مالایطاق کے مقلد نہ رہا بلکہ اپنی تحقیق کا متبع ہوا نہ دوسرے کی سبیل کا[4] وھو خلاف المفروض پس صورت ثانیہ متعین ہوئی۔ کسی کو امام ابوحنیفہؒ پر انکے مجموعہ حالات سے یہ ظن غالب اعتقاد راجح ہوا کہ یہ منیب و مصیب ہیں۔ کسی کو امام شافعیؒ پر کسی کو امام احمد حنبلؒ پر اس لئے ہر ایک نے ایک ایک کا اتباع اختیار کیا اور جب ایک کے اتباع کا بوجہ علم بالانابۃ اجمالاً کے التزام کیا گیا۔ اب بعض جزئیات میں بلا کسی وجہ قوی یا بلا ضرورت شدیدہ اس کی مخالفت میں شق اول عود کرے گی۔

---

[1] اور اگر پیغمبر خدا اور اپنے اولی الامر (مجتہدین) کی طرف اسے پھیر لیتے تو ان میں سے اہل استنباط (مجتہدین) خوب معلوم کر لیتے (سورہ نساء پ۵) [2] اے مخاطب پیروی کر اس شخص کے طریقہ کی جس نے میری طرف توجہ کی (سورہ لقمان پ۲۱)۔

[3] یعنی توجہ الی اللہ۔ [4] اور وہ خلاف مفروض ہے ۱۲۔ محمد۔

وقد ثبت[1] بطلانه۔ پس[2] بحمد اللہ تقریر بالا سے وجوب تقلید مطلقاً و تقلید ائمہ اربعہ خصوصاً وانحصار فی المذاہب الاربعہ ووجوب تقلید شخصی وبطلان تلفیق کالشمس فی کبد السماء واضح ہوگیا ودونہ خرط القتاد والکلام فیہ طویل وفیما ذکرنا کفایۃ الطالب الرشاد انشاء اللہ تعالیٰ ولنعم ما قیل۔

ہر کہ سر بر خط فرماں ولیے ننہد ۔۔۔ کے میسر شودش سے براہ آوردن
ہر کہ خواہد کہ سر منزل مقصود رسد ۔۔۔ بایدش پیروی راہ نمایاں کردن

اور یہ کہنا کہ مذہب محمدی کو چھوڑ کر مذہب حنفی کو اختیار کیا یہ عجیب خبطیوں کا کلام ہے اسکو تو یہ خبر ہی نہیں کہ مذہب کس کو کہتے ہیں۔ دین محمدی کو مذہب محمدی کہتا ہے دین و مذہب میں فرق بھی معلوم نہیں کہ دین مجموعہ اصول کا نام ہے اور مذہب مجموعہ فروع کا اور ہر فروع کے لئے اصول ضروری ہیں۔ جب مذہب محمدی تھا تو دین کونسا ہوگا۔ یہ شخص اس نسبت سے حنفیہ کو منع کرتا ہے اور اپنی خبر نہیں کہ کیا خاک پھانک رہا ہوں کہ دین محمدی ہاتھ سے نکلا جاتا ہے اور حنفیہ کی نسبت تو نہایت صحیح ہے۔ کیونکہ دین مثل بڑے ملک یا بڑے قبیلے کے ہے۔ اور مذہب مثل شہروں اور چھوٹے قبیلوں کے۔ اطلاقات روزمرہ میں اپنے کو شہر اور چھوٹے قبیلے کی طرف نسبت کیا کرتے ہیں۔ البتہ جب ملک یا بڑے قبیلہ سے سوال کیا جاتا ہے اس وقت اپنا ملک اور بڑا قبیلہ بتلاتے ہیں۔ اسی طرح اطلاقات روزمرہ میں اگر کوئی اپنے کو حنفی بتلائے اور جب دین سے سوال ہو اس وقت محمدی کہے۔ فرمائیے کونسا شرک و کفر لازم آگیا۔ اس پر اعتراض کرنا ایسا ہے جیسے کوئی کہے کہ تم صدیقی یا لکھنوی کیوں کہتے ہو بلکہ آدمی یا ہندی کہلاؤ۔ ایسے شخص کا مقابلہ بجز جواب جاہلاں باشد خموشی کے اور کیا ہوگا[3] ایہا الاخوان لا تسعوا فی الارض بالفساد والطغیان فان الفتنۃ اشد من القتل بالسیف والسنان واللہ المستعان علی البلیات الاخوان ثبتنا و توفنا علی الحق والایمان۔ فقط ۔۔۔ شعبان روز چہارشنبہ ۔۔۔ انتہیٰ

---

[1] اور اس کا بطلان ثابت ہو چکا ہے۔ [2] یعنی بحمد اللہ تقریر بالا سے دوپہر کے سورج کی طرح خوب واضح ہوگیا کہ تقلید مطلق عموماً اور ائمہ اربعہ خصوصاً واجب ہے۔ اور اس وقت ائمہ اربعہ کے مذاہب ہی میں تقلید منحصر ہے اور تقلید شخصی واجب ہے اور تلفیق باطل ہے اور بجز تقلید کے چارہ نہیں اور کلام اس بیان میں طویل ہے اور طالب رشاد کیلئے مضمون مذکور کافی ہوگا انشاء اللہ تعالیٰ۔ [3] اے بھائیو زمین میں فساد وطغیان کی سعی مت کرو اس لئے کہ نیزہ و شمشیر کے قتل سے فتنہ (دینی گناہ میں) زیادہ سخت ہے اور ہر طرح کی مصیبتوں اور غموں میں اللہ تعالیٰ سے مدد طلب کیجا سکتی ہے۔ اے ہمارے پروردگار حق و ایمان پر ہمارا خاتمہ کر۔

خیر الارشاد الی التقلید والاجتہاد

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

الحمد للہ الذی ھدانا لمعرفۃ سبیل الاجتہاد وتقلیدہ وارشدنا الی طریق اتباع الائمۃ وتاییدہ والصلوٰۃ والسلام علی من حبب الینا اقتداء المتبعین بعد اتباعہ ورضی لنا الاقتداء بھدی الراسخین بعد الوقوف علیہ واطلاعہ ونشھد ان لا الٰہ الا اللہ وحدہ لا شریک لہ ونشھد ان سیدنا ومولانا محمدا عبدہ ورسولہ۔

اما بعد۔ اس مختصر تحریر سے حنفیہ یا فقہ حنفی کی طرف دعوت وتبلیغ مقصود نہیں اور نہ ہی اس کے منکرین یا غیر حنفی مسالک پر کوئی رد وانکار منظور ہے بلکہ اس تحریر سے اصولی طور پر اجتہاد وتقلید کے بارہ میں نقلِ صحیح اور عقلِ سلیم کی روشنی میں صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ کسی معتبر اجتہاد کی تقلید کرنا کوئی بدعت نہیں ہے کہ اسے قابلِ ملامت اور اس کے مرتکب کو مستوجبِ نکیر تصور کیا جائے۔ بلکہ یہ ایسا سلوک راستہ ہے جو سلف سے لے کر خلف تک اجماعی طور پر دینی شاہراہ بنا رہا ہے اور اُمت نے اپنے دین کے تحفظ کی کوئی صورت اس کے سوائے نہیں سمجھی ہے بلکہ دین اور دُنیا کے ہر شعبہ میں تقلید کا رواج ایسا عام ہے کہ ہر خواندہ وناخواندہ شب وروز اس سے کام لے رہا ہے اور گھر میں آتے اور جاتے وقت ضرورت کی اشیاء کو محض اعتماد پر طلب کیا کرتا ہے اور بلا دلیل مان لیتا ہے۔ یہ بھی ایک گونہ تقلید ہے واللہ الموفق والیہ الصواب۔

اجتہاد لغوی	الاجتہاد فی اللغۃ ھو تحمل الجھد ای المشقۃ	اجتہاد لغت میں خوب محنت اُٹھانے کا نام ہے
اجتہاد اصطلاحی	وفی الاصطلاح استفراغ الفقیہ الوسع لتحصیل ظن الحکم شرعی (تحریر کماں ص۳۳)	اور اصطلاح میں یہ ہے کہ فقیہ کا اپنی طاقت کے موافق خوب محنت کرنا تاکہ حکم شرعی کا ظن حاصل ہوجائے۔

حقیقۃ الاجتہاد علی ما یفھم من کلام العلماء استفراغ المجتہد فی ادراک الاحکام الشرعیۃ الفرعیۃ عن ادلتھا التفصیلیۃ الراجعۃ کلیاتھا الی اربعۃ اقسام الکتاب والسُنّۃ والاجماع والقیاس اھ (عقد الجید ص)

اجتہاد کی تعریف جو کلام علماء سے سمجھی جاتی ہے یہ ہے کہ شریعت کے احکام معلوم کرنے میں خوب محنت کرنا۔ فرعیہ کو انکی تفصیلی دلیلوں سے جن کی کلیات کا مآل چار قسم ہے یعنی کتاب اور سُنت اور اجماع اور قیاس اھ

حاصل یہ کہ احکام فرعی کو ان چاروں اصلوں سے محنت تامہ کے ساتھ نکالنے کا نام اجتہاد ہے۔

شروطِ اجتہاد

قال البغوی والمجتہد من جمع خمسۃ انواع من العلم علم کتاب اللہ عزوجل وعلم سُنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وعلم اقاویل السلف من اجماعھم واختلافھم وعلم اللغۃ وعلم القیاس وھو طریق استنباط الحکم من الکتاب والسنۃ اذا لم یجدہ صریحاً فی نص الکتاب او سنتہ او اجماع فیجب ان یعلم من علم الکتاب الناسخ والمنسوخ والمجمل والمفسر والخاص والعام والمحکم والمتشابہ والکراھۃ والتحریم والعام والندب ویعرف ھذہ الاشیاء من السنۃ ویعرف الصحیح والضعیف والمسند والمرسل ویعرف ترتیب السنۃ علی الکتاب علی السُنّۃ وترتیب الکتاب علی السُنّۃ حتی لو وجد حدیثا لا یوافق ظاھرہ الکتاب یھتدی الی وجہ محملہ فان السُنّۃ بیان الکتاب ولا تخالفہ اھ

عقد الجید ص

امام بغوی فرماتے ہیں کہ مجتہد عالم ہے کہ پانچ طرح کے علم کا جامع ہو۔ اوّل کتاب اللہ یعنی قرآن مجید کا علم دوم حدیث رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ سوم علماء سلف کے اقوال کا علم کہ ان کا اتفاق کس قول پر ہے اور اختلاف کس قول میں ہے۔ چہارم لغت عربی کا علم پنجم قیاس کا علم اور قیاس قرآن و حدیث سے حکم نکالنے کا طریقہ ہے جس صورت میں مجتہد حکم مذکور صریح قرآن یا حدیث یا اجماع کے نصوص میں نہ پاوے اب ان علموں کی مقدار مفصل معلوم کرنی چاہیے کہ مجتہد کو ہر ایک علم کتنا چاہیے، تو قرآن کے علم میں سے اس پر ناسخ اور منسوخ مجمل اور مفسر خاص اور عام محکم اور متشابہ کراھت و تحریم اباحت و استحباب اور وجوب کا جاننا ضروری ہے اور حدیث میں ان اشیاء مذکو کے علاوہ حدیث..................
صحیح ضعیف مرسل اور مسند کا جاننا اور حدیث کو قرآن پر مرتب کرنے اور قرآن کو حدیث پر مرتب کرنے کا علم اور مہارت ضروری ہے۔ حتی کہ اگر کوئی ایسی حدیث پائے جو کہ ظاہر قرآن کے موافق نہ ہو تو اس کی مطابقت کی صورت کا سُراغ لگانا کیونکہ حدیث قرآن مجید کا بیان ہے مخالف قرآن نہیں کہ مطابقت نہ ہوسکے اھ

و یعرف اقاویل الصحابۃ والتابعین فی الاحکام ومعظم	اور اقوال صحابہؓ اور تابعینؒ میں سے اس قدر جاننے جو
فتاوی فقہاء الامۃ حتی لا یقع حکمہ مخالف	باب احکام منقول ہیں اور بڑا حصہ ان فتوؤں کا جاننا بھی
لاقوالھم فیکون فیہ خرق الاجماع اھ	ضروری ہے جو فقہائے امت نے دیئے ہوں تاکہ اس کا
(ایضاً ص۹)	اجتہاد سلف کے اقوال کے خلاف نہ ہو ورنہ اس صورت میں اجماع کی مخالفت ہوگی۔ اھ

ضرورتِ اجتہاد چونکہ تمام کے تمام مسائل جزئیہ اس طرح منصوص نہیں کہ ہر کس و ناکس بلا تکلف ان کا صحیح حکم سمجھ سکے اور اجتہاد کی ضرورت ہی نہ پڑے بلکہ بہت سے مسائل ایسے ہیں کہ ان میں اجتہاد کے بغیر چارہ نہیں لہذا ضروری تھا کہ امت کے بعض افراد کو استنباط و اجتہاد کی قوت عطا کی جاتی کہ جس کے ذریعہ یہ حضرات نصوص میں غور و فکر کرکے غیر منصوصہ حوادثِ جزئیہ کے احکام نکال کر عام امت کے لئے عمل کی راہ استوار کرتے۔ ان نفوسِ قدسیہ کو جنہیں ہر وقت دربارِ نبوی میں حاضری کا شرف حاصل تھا گو اس قوت سے کام لینے کی ضرورت نہ پڑتی تھی کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات اقدس ہی ہر سوال کا کافی شافی جواب تھی۔

اے لقائے تو جوابِ ہر سوال ؛ مشکل از تو حل شود بے قیل و قال

مگر جو حضرات اس زمانہ میں مدینہ طیبہ سے باہر قیام پذیر تھے یا جو حضرات بعد میں اسلام لانے والے تھے یا جو بعد میں پیدا ہونے والے تھے وہ اس قوتِ اجتہاد کے ازحد محتاج اور حاجتمند تھے اسی لئے حق تعالیٰ نے خیر القرون میں بیشمار صحابہ کرام و تابعین و تبع تابعینِ عظام و من بعدہم رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین کو اس دولتِ اجتہاد سے نوازا۔

تحسینِ اجتہاد جنابِ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت معاذ رضی اللہ عنہ کو یمن بھیجتے وقت صاف لفظوں میں اجتہاد کی تحسین و تصویب فرمائی ——— مشکوٰۃ شریف ص ۲۲۴ میں ہے : ———

عن معاذ بن جبلؓ ان رسول اللہ صلی اللہ	جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جب حضرت
علیہ وسلم لما بعثہ الی الیمن قال کیف تقضی	معاذؓ کو ملک یمن کی طرف حاکم بنا کر بھیجنے کا
اذا عرض لک قضاء قال اقضی بکتاب اللہ قال	ارادہ کیا تو دریافت فرمایا کہ (وہاں) جب تمہارے

فان لم تجد فی کتاب اللہ قال فبسنۃ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم قال فان لم تجد فی سنۃ رسول اللہ قال اجتہد برأیی ولا آلو قال فضرب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم علی صدرہ وقال الحمد للہ الذی وفق رسول رسول اللہ لما یحب ویرضی بہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ۔ (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

سامنے مقدمات پیش ہوں گے تو کیسے فیصلہ دو گے، عرض کیا کہ قرآن سے فیصلہ دیا کروں گا آپ نے ارشاد فرمایا اگر قرآن میں (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر کیسے فیصلہ دو گے عرض کیا حدیث رسول اللہ سے ارشاد فرمایا کہ اگر حدیث میں بھی (اس مقدمہ کا حکم) نہ پاؤ تو پھر ...... عرض کیا کہ پھر میں اپنی ہمت کے موافق پورا پورا اجتہاد کروں گا۔ (اور اس کے موافق فیصلہ دوں گا) اس پر جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے (خوشی سے) حضرت معاذؓ کے سینہ پر ہاتھ مارا اور فرمایا اس مالک (اللہ) کا شکر ہے جس نے اپنے پیغمبر کے قاصد کو اس کام کی توفیق دی جس سے خدا کا رسول صلی اللہ علیہ وسلم خوش ہو رہا ہے (ابوداؤد، ترمذی، دارمی)

صحابہ کرام سے اجتہاد کا ثبوت

عن ابن عمرؓ قال قال النبی صلی اللہ علیہ وسلم لما رجع من الاحزاب لا یصلین احد العصر الا فی بنی قریظۃ فادرک بعضھم العصر فی الطریق وقال بعضھم لا نصلی حتی نأتیھا وقال بعضھم بل نصلی لم یرد منا ذلک فذکر ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فلم یعنف احدا منھم احد بخاری ص ۵۹۱)

حضرت عبداللہ بن عمرؓ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے غزوۂ احزاب سے واپسی پر ارشاد فرمایا کہ کوئی شخص بھی بنو قریظہ کے سوا کہیں عصر کی نماز نہ پڑھے (اتفاق سے) راستہ میں نماز عصر کا وقت آگیا بعض نے کہا ہم تو بنو قریظہ پہنچ کر ہی نماز پڑھیں گے (یعنی انہوں نے الفاظ کے ظاہر پر عمل کیا) اور بعض نے کہا کہ نماز پڑھ لینی چاہیئے کیونکہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا منشاء یہ نہ تھا (اور اجتہاد سے راستہ ہی میں نماز پڑھ لی) پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے اس کا ذکر کیا گیا مگر آپ نے ان میں سے کسی کو بھی سرزنش نہیں فرمائی (یعنی انکے اجتہاد کو جائز رکھا گیا)۔

فائدہ دیکھئے اس واقعہ میں بعض صحابہ کرام نے اپنی قوت اجتہاد سے حدیث کی دو محتمل وجوہ میں سے ایک کو نبوت کا اصل منشا قرار دیا اور راستہ ہی میں نماز پڑھ لی اور آنحضرت صلی اللہ

علیہ وسلم نے ان حضرت کو نہ تو اس پر ملامت فرمائی کہ ظاہر الفاظ کے خلاف عمل کیوں کیا اور نہ ہی ان کو عمل بالحدیث کا تارک قرار دیا۔

۲۔ عن طارق بن شهاب ان رجلاً اجنب فلم یصل فاتی النبی صلی اللہ علیہ وسلم فذکر ذلک لہ فقال اصبت فاجنب رجل آخر فتیمم وصلی فقال نحواً مما قال للآخر یعنی اصبت۔ (نسائی ص ۴۹)

طارق بن شہاب سے روایت ہے کہ ایک شخص کو نہانے کی حاجت ہوگئی اس نے نماز نہیں پڑھی پھر وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور اپنا قصہ بیان کیا آپ نے ارشاد فرمایا تو نے ٹھیک کیا پھر ایک اور شخص کو اسی طرح نہانے کی حاجت ہوئی تو اس نے تیمم کر کے نماز پڑھ لی اور آپ کی خدمت میں حاضر ہوا تو آپ نے اس کو بھی ویسی ہی بات فرمائی جو ایک شخص کو اس سے پہلے فرما چکے تھے (یعنی تو نے ٹھیک کیا)

فائدہ اس حدیث سے اجتہاد کا جواز ثابت ہوا کیونکہ ان کو جو نص معلوم ہوتی تو عمل کے بعد سوال کرنے کی ضرورت نہ تھی اس سے معلوم ہوا کہ دونوں حضرات نے اپنے اپنے اجتہاد پر عمل کیا اور آپ نے دونوں کی تحسین و تصویب فرمائی۔

۳۔ عن عمرو بن العاص قال احتلمت فی لیلۃ باردۃ فی غزوۃ ذات السلاسل فاشفقت ان اغتسلت ان اھلک فتیممت ثم صلیت باصحابی الصبح فذکروا ذلک للنبی صلی اللہ علیہ وسلم فقال یا عمرو صلیت باصحابک وانت جنب فاخبرتہ بالذی منعنی من الاغتسال وقلت انی سمعت اللہ عزوجل یقول ولا تقتلوا انفسکم ان اللہ کان بکم رحیما فضحک

حضرت عمرو بن العاص سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ مجھ کو غزوہ ذات السلاسل کے سفر میں احتلام ہوگیا سخت سردی کی رات تھی مجھے اندیشہ ہوا کہ غسل کیا تو شاید ہلاک ہو جاؤں گا میں نے تیمم کیا اور ساتھیوں کو صبح کی نماز پڑھا دی ان لوگوں نے جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور یہ قصہ ذکر کیا آپ نے ارشاد فرمایا اے عمرو تم نے جنابت کی حالت میں لوگوں کو نماز پڑھا دی میں نے اپنا عذر

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ولم یقل شیئاً۔ اخرجہ۔
(ابوداؤد ص۴۸)

پیش کرتے ہوئے عرض کیا کہ اللہ تعالیٰ کا فرمان ہے اپنی جانوں کو قتل مت کرو بیشک حق تعالیٰ تم پر مہربان ہے، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یہ سن کر ہنس پڑے اور کچھ نہیں فرمایا۔

فائدہ اس حدیث سے بھی صراحۃً اجتہاد کے جواز کا ثبوت ملتا ہے چنانچہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے دریافت فرمانے پر حضرت عمرو بن العاص نے اپنی دلیل بھی نقل کر دی اور آپ نے اس کو جائز رکھا۔

اجتہادِ صحابہ کے اسی نوع کے واقعات روایات میں بکثرت ملتے ہیں بطور نمونہ چند مثالیں ذکر کر دی گئی ہیں الغرض صحابہ کرام میں اگر کچھ حضرات ایسے تھے جن کی نگاہ نص کے ظاہری مدلول تک محدود و مرکوز ہو کر رہ جاتی تھی۔ تو کچھ حضرات ایسے بھی ضرور تھے جنکی دور رس اور عمیق نظر ظاہر سے گزر کر اسکے بطن اور تہہ تک پہنچتی اور ایسی علتِ جامعہ کا سراغ لگا لیتی تھی جو مدارِ حکم قرار پاتی اور ہزارہا جزئیات کے علوم کا باب ان پر کھل جاتا تھا۔

تابعینِ عظام سے اجتہاد کا ثبوت

حضراتِ صحابہ کی طرح انکے بعد تابعین میں بھی بیشمار مجتہد ہوئے جو مختلف علاقوں میں پھیل گئے تھے تاکہ عامۂ مسلمین کو مسائل دریافت کرنے میں آسانی ہو چنانچہ لوگ اپنے علاقہ کے عالم امام سے مسئلہ پوچھتے اور اس پر عمل کرتے تھے اور کبھی کسی اور عالم سے ملاقات ہوتی تو حسبِ ضرورت اس سے مسئلہ پوچھتے اور اس پر عمل کرتے تھے حضرت شاہ ولی اللہ صاحب حجۃ اللہ البالغہ ج۱ص۱۴۳ میں تحریر فرماتے ہیں۔

فعند ذلك صار لكل عالم من علماء التابعين مذهب على حياله فانتصب في كل بلدة امام مثل سعيد بن المسيب وسالم بن عبد الله في المدينة وبعدهما الزهري والقاضي يحيى بن سعيد وربيعة بن عبد الرحمن فيها وعطاء بن ابي رباح بمكة وابراهيم النخعي والشعبي بالكوفة والحسن البصري بالبصرة وطاؤس بن كيسان باليمن ومكحول بالشام:

پس اسوقت علماء تابعین میں سے ہر عالم کے لئے علیحدہ مذہب قرار پایا اور ہر شہر میں ایک امام مقرر ہو گیا جیسے سعید بن المسیب اور سالم بن عبداللہ اور انکے بعد زہری اور قاضی یحیٰ بن سعید اور ربیعہ بن عبد الرحمٰن مدینہ میں اور عطاء بن ابی رباح مکہ میں، ابراہیم نخعی اور شعبی کوفہ میں حسن بصری بصرہ میں طاؤس بن کیسان یمن میں اور مکحول شام میں۔

اور حضرت شاہ صاحب عقد الجید[۲۹] میں فرماتے ہیں۔

وان كان المأخذان متقاربين
جاز التقليد والانتقال لان الناس
لم يزالوا من زمن الصحابة الى ان
ظهرت المذاهب الاربعة يقلدون من
اتفق من العلماء من غير نكير من احد
يعتبر انكاره ولو كان ذلك باطلاً لانكروه[۵۶]

اور اگر دونوں ماخذ قریب قریب ہوں تو تقلید
اور انتقال جائز ہے اس لئے کہ لوگ زمانہ صحابہ
سے مذاہب اربعہ کے ظہور تک (ایسا ہی کرتے
رہے کہ) جیسے اتفاق پڑتا کسی نہ کسی عالم کی تقلید
کر لیتے تھے۔ اور کوئی معتبر عالم اس پر نکیر نہ کرتا تھا
یہ طرز عمل باطل ہوتا تو نکیر بھی ضرور ہوتی۔

حاصل یہ کہ صحابہ کرام رضؓ کے زمانہ ہی سے حضرات مجتہدین نے مسائل غیر منصوصہ میں اجتہاد کے ذریعہ احکام ظاہر کرنے کا سلسلہ شروع کیا اور غیر مجتہدین نے انکے علم و فہم تقویٰ و دیانت پر اعتماد کر کے انکی تقلید و اتباع اختیار کی خواہ یہ سمجھتے ہوئے کہ یہ (احکام اجتہادیہ) درحقیقت رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی احادیث ہیں جو بغرض اختصار اقوالِ موقوفہ کی صورت میں ذکر کر دی گئی ہیں یا صحیح استنباطات ہیں جو نصوص سے لئے گئے ہیں۔ (جاری)

حضرت مولانا شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلوی اپنی کتاب انصاف ص۱۳ فرماتے ہیں۔

و يستدل باقوال الصحابة والتابعين
علماء منهم انها احاديث منقولة عن
رسول الله صلى الله عليه وسلم اختصروها
وجعلوها موقوفة (الى) او يكون استنبطا
منهم من المنصوص او اجتهادا منهم
بآرائهم وهم احسن صنيعا في كل ذلك
ممن يجئ بعدهم واكثر اصابة واقدم
زمانا واوعى علما فتعين العمل
بها۔

اور (تبع تابعین کا طبقہ) صحابہ کرامؓ اور تابعین کے
اقوال سے استدلال کیا کرتا تھا کیونکہ وہ جانتے
تھے کہ یہ اقوال یا تو حدیثیں ہیں جو رسول اللہ صلی اللہ
علیہ وسلم سے منقول ہیں اور بغرض اختصار انہیں
موقوف بنا لیا گیا ہے۔ یا یہ ان حضرات کے اجتہاد
ہیں جو نصوص سے اپنی رائے اور قیاس کے ذریعہ
استنباط کئے گئے اور یہ حضرات (صحابہ کرام و
تابعین) ان سب باتوں میں ان لوگوں سے کہیں
بہت فائق ہیں جو ان کے بعد ہوئے نیز صحت
رائے میں سب سے زیادہ زمانہ کے لحاظ سے سب سے آگے اور علم کے لحاظ سے سب سے بڑھ کر ہیں اسی لئے
ان کے اقوال پر عمل کرنا طے پایا ہے اور یہ اسی پر بس نہیں بلکہ ان حضرات کے بعد دیگر ائمہ متبوعین کے مسائل مستنبط

کو بھی حکماً سنت ہی شمار کیا گیا۔ چنانچہ مولانا اسمٰعیل شہید ایضاح الحق الصریح میں لکھتے ہیں۔

احکام مستنبطۂ مجتہدین سابقین کہ مسلم الاجتہاد اند بقیاسات صحیحہ بیشک از قبیل سُنّت حکمیہ است۔ ھ

مسلم الاجتہاد اماموں کے مسائل جو قیاس صحیحہ پر مشتمل ہوں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی سُنّت ہیں۔

نیز اسی کتاب میں ایک اور مقام پر لکھتے ہیں:

احکام مستنبطۂ مجتہدین سابقین خواہ باین وجہ باشند کہ فلاں امر واجب است یا مندوب یا مباح یا مکروہ یا حرام یا باین وجہ باشد کہ فلاں امر رکن است فلاں شرط است ہمہ از قبیل سُنّت حکمیہ است اھ

پہلے مجتہدین کے احکام خواہ اس طرح کے ہوں کہ فلاں امر واجب ہے یا مستحب مباح ہے یا مکروہ یا حرام یا مثلاً فلاں بات رکن ہے یا فلاں شرط سب سُنّت حکمیہ ہیں۔

مذکورہ بالا تصریحات کی روشنی میں معلوم ہوگیا کہ ائمہ مجتہدین کے اجتہادات حکماً سُنّت ہی کا درجہ رکھتے ہیں لہٰذا ان پر عمل کرنا گویا سُنّتِ نبویہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ پر عمل کرنے کے درجہ میں ہے تو یہ دراصل اتباع ہی ہوگا ابتداع ہرگز نہیں۔ جبکہ غیر مقلدین کے اکابر حضرات بھی اس حقیقت کو تسلیم کرتے ہیں نواب صدیق حسن صاحب ہدیۃ السائل الی ادلۃ المسائل ص۳۲ میں لکھتے ہیں۔

اگر تنہا در مذہب حنفی تتبع کنی در یابی کہ قول یکے از ابو حنیفہؒ و ابو یوسفؒ و محمد بالضرورت مطابق حدیث است و محدثین ثقات اثبات آں مے کنند۔ اھ

صرف مذہب حنفی پر ہی غور کرنے سے تمہیں معلوم ہوجائے گا کہ تینوں اماموں (ابو حنیفہ و ابو یوسف و محمد رحمہم اللہ تعالیٰ) میں سے کسی ایک کا قول ضرور حدیث کے مطابق ہوگا اور ثقہ محدثین نے اسے تسلیم کیا ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب محدث دہلویؒ عقد الجید ص۵۹ میں لکھتے ہیں۔

اذا تحقق عندک ما بیناہ علمت ان کل حکم یتکلم فیہ المجتہد باجتہادہ منسوب الی صاحب الشرع علیہ الصلوات والتسلیمات (الی قولہ) او الی علۃ ماخوذۃ من لفظہ اھ

ہماری اس تحقیق و تصریح کے بعد تمہیں یقین کر لینا چاہیئے کہ جس حکم میں مجتہد اپنے اجتہاد سے بات کرتا ہے وہ شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام کی طرف ہی منسوب ہوگا خواہ آپ کے الفاظ مبارکہ کی طرف یا اس علت کی طرف جو آپ کے الفاظِ مبارک سے لی گئی ہے۔

تعریف تقلید | قاضی محمد علی تھانوی اپنی مشہور کتاب کشاف اصطلاحات الفنون صفحہ ۱۱۷۸ میں
میں فرماتے ہیں :-

التقلید اتباع الانسان غیرہٗ فیما یقول او یفعل معتقدا للحقیۃ من غیر نظر الی الدلیل کان ھذا المتبع جعل قول الغیر او فعلہ قلادۃ فی عنقہٖ من غیر مطالبۃ دلیل

تقلید کا اصطلاحی معنیٰ یہ ہے کہ ایک آدمی دوسرے کے قول یا فعل کو حق سمجھتے ہوئے اس کی اتباع کرتا ہے اور کوئی دلیل اس کے پیش نظر نہیں ہوتی۔ گویا اس اتباع کنندہ (مقلد) نے دوسرے کے قول یا فعل کو اپنے گلے کا ہار بنالیا ہے اور کسی دلیل کا مطالبہ نہیں کیا۔

نامی شرح حسامی صفحہ ۱۹۰ میں لکھا ہے :-

التقلید اتباع الغیر علیٰ ظن انہٗ محق بلا نظر فی الدلیل اھ

یعنی دوسرے کو اہل حق اعتقاد کرتے ہوئے دلیل کی فکر میں پڑے بغیر اس کا اتباع کرلینا تقلید ہے۔ اھ

حاصل یہ ہے کہ تقلید کی دونوں تعریفوں میں دوسرے کے قول کو تسلیم کرتے ہوئے یا اس پر عمل کرتے وقت عدم مطالبۂ دلیل کا لحاظ ہے گو واقعہ اور نفس الامر میں وہ قول یا فعل مدلل اور محقق ضرور ہوتا ہے۔ دلیل خواہ قطعی ہو یا ظنی مگر عدم دلیل یا عدم علم بالدلیل (دلیل کا معدوم ہونا یا معلوم نہ ہونا) تقلید کی تعریف میں ہرگز داخل نہیں۔ لہٰذا بعض غیر مقلدین کا یہ کہنا قطعاً صحیح نہیں کہ تقلید لازم جہالت ہے کیونکہ اس کی ماہیت میں عدم معرفت دلیل (دلیل کو نہ جاننا) داخل ہے یا یہ کہنا کہ ہدایہ جیسی مدلل کتاب کو پڑھنے پڑھانے والے مقلد نہیں کہلا سکتے کیونکہ تقلید معرفت دلیل کے منافی نہیں ہے بس اس تقریر سے بحمد اللہ مولوی ثناء اللہ صاحب مرحوم امرتسری کے اعتراض[1] کا پورا پورا جواب ہو جاتا ہے۔ جو رسالہ تقلید شخصی و سلفی صفحہ ۵۱، ۵۲ اور رسالہ فقہ و فقیہ اور اجتہاد و تقلید وغیرہ میں تحریر کئے گئے ہیں۔ کیونکہ سب اعتراضات کا مشترکہ ماحصل یہ ہے کہ تقلید کا مفہوم علم بالدلیل کے منافی ہے اور ہماری طرف سے سب کا مشترکہ جواب یہ ہے کہ دلیل کا معلوم ہونا تقلید کے ہرگز منافی نہیں کیونکہ تقلید محض حسن ظن

---

[1] مولانا مرحوم اخبار اہلحدیث صفحہ ۳ میں تحریر فرماتے ہیں :- "التقلید اخذ قول الغیر من غیر حجۃ" (مسلم الثبوت صفحہ ۲۴۹) کسی غیر کی بات بغیر کسی دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے یعنی تقلید کی تعریف میں داخل ہے کہ مقلد کو دلیل معلوم نہ ہو کہ یہ عام تقلید ہے اور شخصی تقلید یہ ہے کہ ایک معین امام کی بات بے دلیل ماننے اور ہمیشہ ماننا ہے نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کے معنی میں بے علمی داخل ہے۔ یعنی چونکہ مقلد پر تقلید فرض و واجب ہے۔

کی بنا پر کسی مجتہد کے قول یا فعل کو تسلیم کر لینے کا نام ہے اس کے بعد خود اسی مجتہد سے یا کسی اور عالم سے بلا طلب اگر دلیل معلوم ہو جائے یا خود بذریعہ مطالعۂ کتب یا اپنی خداداد فہم و فراست کے اگر دلائل پر مطلع ہو جاتا ہے تو اس سے مفہوم تقلید کی نفی نہیں کی جا سکتی اور نہ ہی تقلید کو جہل و بے علمی کا نام دیا جا سکتا ہے۔

شبہ ہا شبہ

بغذا اس کا علم کسی وقت اور کسی زمانہ میں حاصل نہ کرے ورنہ وہ اس تقلید سے نکل جائیگا جو اس کے ذمہ فرض و واجب ہے اور فرض کی ضد حرام ہے۔

ناظرین! نتیجہ صاف ہے کہ تقلید کا لازمی اثر ہے کہ مقلد بے علم رہے جس کا عکس، انقضیہ یہ ہے کہ وجوب تقلید کی صورت میں علوم عقلیہ بالخصوص شرعیہ کا پڑھنا حرام ہے کیونکہ تعلیم تقلید میں خلل انداز ہے اور یہ کون نہیں جانتا کہ جو چیز وجوب میں خلل انداز ہو وہ حرام ہے (منقول از تنقیح التقلید ص ۲۵، ۲۹)

جواب مسلم الثبوت کی مذکورہ عبارت میں مضاف محذوف ہے جیسے کہ آیت و اسئل القریۃ میں مفسرین کے بقول و اسئل اہل القریۃ مراد ہے لہٰذا یہاں بھی تقدیر عبارت یوں ہوگی التقلید اخذ قول الغیر من غیر مطالبۃ حجتہ ——— لہٰذا سائل کا یہ ترجمہ کرنا غلط ہے۔ کسی غیر کی بات کو بغیر دلیل جاننے کے قبول کرنا تقلید ہے۔ ہمیں یہ ترجمہ تسلیم نہیں بلکہ اصل مقصد یہ ہے کہ غیر کا قول تسلیم کرنے میں دلیل کی ضرورت نہ ہو اور تسلیم طلب دلیل پر موقوف نہ ہو جس کا واضح ثبوت یہ ہے کہ آج تک بڑے بڑے علماء جو قرآن و حدیث کے ماہر اور دیگر علوم میں بھی یکتا تھے وہ اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے رہے اور طبقات و تاریخ کی کتابوں میں ان کو صدیوں سے مقلد ہی لکھا اور کہا جاتا رہا ہے۔ نیز ائمہ اربعہ کے مقلد اپنے اپنے مذاہب کی ہمیشہ سے ایسی کتابیں پڑھتے پڑھاتے رہے ہیں جن میں مسائل کے علاوہ دلائل بھی پوری تفصیل اور شرح کے ساتھ مذکور ہیں مگر پھر بھی وہ اپنے آپ کو مقلد ہی کہلاتے رہے ہیں جس سے یہ بات کھل جاتی ہے کہ دلائل کا علم تقلید کے منافی نہیں۔

ایک اور شبہ مولانا امرتسری مرحوم کو ایک اور بھی شبہ گذرا ہے وہ بحوالہ مذکورہ رقم طراز ہیں:۔
"تقلید کوئی شرعی لفظ نہیں جیسے چوں چوں کا مربہ کوئی شئی نہیں ہے"

جواب یہ ہے کہ اگر آپ کی مراد یہ ہے کہ لفظ تقلید اپنے اصطلاحی معنی کے ساتھ قرآن و حدیث میں مستعمل نہیں ہے تو اس طرح پر اصول حدیث کی سب اصطلاحیں مرفوع، موقوف، مقطوع، صحیح لذاتہ صحیح لغیرہ، حسن لذاتہ، حسن لغیرہ، موضوع، متروک، شاذ، منکر، معروف، وغیرہ۔ ایسے ہی علم صرف و نحو کی

تمام اصطلاحیں بلکہ تمام علوم وفنون کی سب اصطلاحیں چوں چوں کا مربہ بن کے رہ جائیں گی۔ اور ان سب کو ترک کرنا لازم ہوگا اور اگر شرعی سے مُراد یہ ہے کہ اس لفظ کے مفہوم کا مصداق قرآن و حدیث اور سلف کے استعمال میں پایا جائے۔

تو اس معنی کے لحاظ سے تقلید ایک لفظ شرعی ہونا چاہیئے۔ جیسے کتابت حدیث پہلے عام نہ تھی بعد میں فرض کی قرار پائی۔ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب انصاف صـ۵۲ میں تحریر فرماتے ہیں :۔

لان السلف لا یکتبون الحدیث ثم صار یومنا هذا کتابة الحدیث واجبة لان روایته لا سبیل لها الیوم الا معرفة هذا الکتب فان السلف و یشتغلون بالنحو واللغة وکان لسانهم عربیا لا یحتاجون الی هذه الفنون ثم صار یومنا معرفة اللغة العربیة واجبة بعدا لعهد عن العرب الاول و شواهد ما نحن فیه کثیرة جدا و علی هذا ینبغی ان یقاس وجوب التقلید للامام بعینه ۔ اھ

سلف صالحین اپنے زمانہ میں حدیث نہ لکھتے تھے اور پھر اس زمانہ میں حدیث کا لکھنا ضروری ہوگیا ہے۔ اس لئے آج احادیث تک پہنچنے کا ان کتب کی معرفت کے سوا کوئی راستہ نہیں۔ ایسے ہی سلف نحو ولغت میں مشغول نہ ہوتے تھے کہ ان کی زبان خود عربی تھی ان فنون کی ان کو حاجت نہ تھی پھر آج لغت عربی کا جاننا بھی ضروری ہوگیا۔ کیونکہ عرب اول سے بعد ہوگیا ہے۔ آپ کو اس مقصد کے شواھد اور مثالیں بکثرت ملیں گی اور تقلید شخصی کے وجوب کو بھی اسی پر قیاس کر لینا چاہیئے ۔ اھ

مذکورہ بالا تقلید کی دونوں تعریفوں سے یہ بات واضح ہوجاتی ہے کہ اصطلاحی معنی کے لحاظ سے تقلید اور اتباع دو ہم معنی لفظ ہیں۔ حجۃ اللہ البالغہ صـ۱۲۲ جـ۱ میں ہے: لا یقلدون لاصحاب الشرع :" اس کا ترجمہ جماعت اہلحدیث کے مایۂ ناز حکیم ابو یحییٰ محمد شاہ جہانپوری اپنی کتاب الارشاد الی سبیل الرشاد صـ۲۵ میں یوں کرتے ہیں: شارع کی تقلید (اتباع) کرتے تھے :

شیخ المشائخ حضرت مولانا رشید احمد صاحب گنگوہی رحمۃ اللہ علیہ اپنے رسالہ سبیل الرشاد صـ۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔

" اور اتباع و تقلید کے معنی واحد ہیں دونوں میں ایسی مغایرت نہیں جیسا کہ حافظ ابن قیمؒ نے اعلام الموقعین صـ۲۸۵ جـ۱ میں لکھا ہے کہ تقلید محض قول بلا معرفت دلیل کے قبول کرنے کا نام ہے اور اتباع علی وجہ البصیرت قبول کرنیکا نام ہے۔ قرآن مجید میں اتباع کا لفظ مطالبۂ دلیل کئے بغیر پیروی کرنے پر بھی بولا گیا ہے۔ جیسا کہ حق تعالیٰ نے حضرت خضر علیہ السلام کا قول نقل فرمایا ہے :

" فَإِنِ اتَّبَعْتَنِي فَلَا تَسْأَلْنِي عَنْ شَيْءٍ حَتّٰى أُحْدِثَ لَكَ مِنْهُ ذِكْرًا "

یعنی اگر تو (اے موسیٰ علیہ السلام) میری اتباع کرے تو کسی چیز کا سوال مت کر ۔۔۔ معلوم ہوا کہ اتباع کے مفہوم میں دلیل کی معرفت یوں داخل نہیں کہ اس کے بغیر اتباع کا تحقق اور ثبوت ہی ممکن نہ ہوا اور بعض مواضع میں لفظ اتباع اگر قبول علی وجہ البصیرۃ پر بولا گیا ہے تو وہ تحقیق بالا کے خلاف نہیں کیونکہ خود لفظ تقلید بھی کبھی اسی معنی میں استعمال ہوا ہے جیسا کہ مذاہب اربعہ کے علماء محققین کو مقلدین کہا جاتا ہے حالانکہ یہ حضرات مسائل کا علم علی وجہ البصیرت رکھتے تھے عوام کی طرح دلائل سے ناواقف نہ تھے ، پس ایک خاص استعمال کی وجہ سے اگر یہ کہا جا سکتا ہے کہ اتباع کی حقیقت " قبول علی وجہ البصیرۃ " ہے ۔ تو حقیقت تقلید کے بارے میں بھی بعینہ یہی بات کہنے کی گنجائش موجود ہے ۔ الغرض حافظ ابن قیمؒ کے بقول اتباع اور تقلید کے مابین جو تفریق معلوم ہوتی ہے وہ قطعی اور لازمی نہیں ہے بلکہ دونوں لفظ ایک دوسرے کے ہم معنی استعمال ہوتے ہیں ۔ اور جس طرح تقلید کے بعض افراد جائز اور بعض ناجائز ہیں ایسے ہی اتباع بھی علی الاطلاق محمود نہیں بلکہ اس کے بھی بعض افراد جائز و محمود ہیں اور بعض ناجائز و مذموم ۔ چنانچہ مشرکین کہا کرتے تھے " بل نتبع ما الفينا عليه آباءنا " بلکہ ہم تو اپنے باپ دادوں کے دین و رسوم کا اتباع کریں گے ۔

ایک شبہ یہ ہو سکتا ہے کہ تقلید کی تعریف میں " من غیر نظر الی الدلیل " وغیرہ الفاظ ذکر کئے جاتے ہیں جن سے بظاہر یہی معلوم ہوتا ہے کہ تقلید میں نفی دلیل کا اعتبار ہے

جواب یہ ہے کہ یہاں پر تفصیلی دلیل کی نفی مراد ہے (کہ ہر ہر مسئلہ کی خصوصی دلیل کا علم مقلد کے لئے ضروری نہیں) اجمالی دلیل کی نفی مراد نہیں ہے جو عموماً مقلد کو حاصل ہوتی ہے ۔

ثبوت و دلائل تقلید کا جواز عقلی و عرفی دلیل سے بھی ثابت ہے نقلی اور شرعی سے بھی ۔

دلیلِ عقلی تو یہ ہے کہ تمام انسان زندگی میں پیش آنے والے حوادث و حوائج کیلئے قابلِ اعتماد ماہرینِ فن کی طرف ہمیشہ سے رجوع کرتے چلے آئے ہیں ۔ پورے عالمِ انسانیت کا اس پر اجماع ہے اور تمام اقوامِ عالم میں آج تک بلا نکیر اس پر عمل درآمد ہوتا چلا آ رہا ہے (مثلاً) طب قدیم و جدید کے اصول و فروع مدون و منضبط ہیں مگر سب لوگ بوقت ضرورت اطباء اور معالجوں کی طرف رجوع کرتے ہیں اور ان کی تجویز پر عمل شروع کر دیتے ہیں اور کوئی نہیں پوچھتا کہ مرض اور مجوزہ نسخہ میں کیا ربط ہے اور اس تجویز کی دلیل کیا ہے ۔ تعمیرات میں ماہر معماروں سے رہنمائی حاصل کی جاتی ہے ۔ ہم سفر کرنا چاہتے ہیں اپنی منزل کا ہمیں صرف اجمالی علم ہوتا ہے کہ فلاں فلاں مقام پر پہنچنا ہے ۔ تفصیلی راستے کا کچھ علم نہیں ہوتا جس کے لئے ٹکٹ لے کر گاڑی پر سوار ہو جاتے ہیں اور ڈرائیور کی رہنمائی

پر کلی اعتماد کیا جاتا ہے۔ بعینہٖ یہی صورت حال تقلید کو حاصل ہے کہ مسئلہ معلوم نہ ہونے کی صورت میں کسی قابل اعتماد محقق عالم کی طرف رجوع کیا اور اس کی تحقیق و تجویز پر عمل کیا جائے۔ یہ طرز عمل اگر مسئلہ معلوم کرنے اور اس پر عمل کرنے کے بجائے میں ناجائز ہے تو علاج کرانے اور دیگر امور میں ماہرین فن کی آراء پر اعتماد کرنے کے بارے میں بھی ناجائز اور حرام ہو جاتا حالانکہ ایسا قطعاً نہیں بلکہ اقوام عالم کا مسلمہ، اجماعی، متواتر و مسلسل عمل ہے پس جواز تقلید میں بھی کوئی شبہ نہ ہونا چاہیئے۔

دلیلِ شرعی

(۱) ارشادِ خداوندی ہے:-

"فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون" مفسر بیضاوی رحمہ اس آیت کے تحت لکھتے ہیں:" وفی الآیۃ دلالۃ علی وجوب المراجعۃ الی العلماء فیما لا یعلم (ترجمہ) اس آیت سے معلوم ہوا کہ جو مسئلہ معلوم نہ ہو اس کے بارے میں علماء کی طرف رجوع کرنا واجب ہے۔

۲۔ ایک اور آیت میں ہے: واتبع سبیل من اناب الی (الآیۃ) یعنی جو شخص میری طرف رجوع ہو اس کے راستے کا اتباع کرو۔ یہی مضمون دیگر بہت سی نصوص سے بھی معلوم ہوتا ہے لیکن بغرض اختصار انہی دو آیتوں پر اکتفا کیا جاتا ہے۔

سلف صالحین پر اعتماد

مذکورہ دونوں آیتوں سے معلوم ہوتا ہے کہ غیر عالم کو عالم پا در عام لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع رکھنے والوں پر اعتماد کرنا دین میں ایک لازمی اور بنیادی چیز ہے۔ خود رائی اور اتباع ہوی (اپنی مرضی پر چلنا) اختیار کرنا راہ مستقیم نہیں بلکہ اللہ کے نیک بندوں اور دین کے ہادیوں پر اعتماد و اتباع کرنا اور حسن ظن رکھنا ہی ہدایت کا ضامن ہے۔ فی زمانہ دین کے جو کچھ بھی آثار و نشانات دکھائی دے رہے ہیں یہ سب اسی کا صدقہ ہے۔

حضرت شاہ ولی اللہ صاحب دہلوی رحمۃ اللہ علیہ "عقد الجید" ص۳۶ میں فرماتے ہیں۔

ان الامۃ اجتمعت علی ان یعتمدوا علی السلف فی معرفۃ الشریعۃ فالتابعون اعتمدوا فی ذلک علی الصحابۃ و تبع التابعین اعتمدوا علی التابعین وھکذا فی کل طبقۃ اعتمد العلماء علی من قبلھم والعقل یدل علی حسن ذلک لان الشریعۃ لا یعرف الا بالنقل والاستنباط والنقل لا یستقیم الا بان یاخذ کل طبقۃ عمن

شریعت کی معرفت میں تمام اُمّت نے سلف گذشتہ پر اعتماد کیا ہے چنانچہ تابعین نے صحابہؓ پر اعتماد کیا اور تبع تابعین نے تابعین پر اعتماد کیا۔ اسی طرح ہر طبقہ کے علماء پہلوں پر اعتماد کرتے چلے آئے ہیں اور عقل سلیم بھی اس طریق کو پسند کرتی ہے کیونکہ شریعت کا علم نقل و استنباط کے بغیر ممکن نہیں اور نقل بھی صحیح اور درست ہو سکتی ہے کہ ہر پچھلے طبقہ والے پہلوں سے بالاتصال لیتے

قبلها بالاتصال ۱۵ | چلے جائیں۔

مذمتِ تنقید اس سے جہاں یہ معلوم ہوتا ہے کہ سلف صالحین پر اعتماد اور حسن ظن رکھنا شریعت کا ایک لازمی تقاضہ ہے وہیں یہ بھی پتہ چلا کہ ان پر تنقید کرنا جائز نہیں کیونکہ دو حال سے خالی نہیں یا سلف کی بات یا تو ناقد صاحب کی رائے کی موافق نہ ہوگی تو ان پر حسن ظن اور اعتماد نہ رہے گا بلکہ سوءِ ظن پیدا ہوگا اور اگر اس کی اپنی رائے کے موافق ہوگی تو اس میں اتباع اپنی خواہش اور رائے کی ہوگی جو بنص قرآنی ممنوع ہے۔ ارشاد خداوندی ہے۔

افرأیت من اتخذ الٰھہٗ ھواہٗ (الآیہ)

مطلق تقلید جب یہ معلوم ہوچکا کہ شریعت پر عمل کرنا سلف صالحین پر اعتماد و اعتبار ہی کا نام ہے تو اب تقلید کا معنی بھی سمجھنا آسان ہوگیا کہ کسی بزرگ کے قول یا فعل کو دلیل معلوم کئے بغیر تسلیم کرلینا تقلید کہلاتا ہے۔

اولین مقلد اور سب سے پہلا غیر مقلد جب اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو سجدہ کا حکم دیا تو قرآن میں ہے:۔ فسجدوا الا ابلیس" سو فرشتوں نے سجدہ کیا مگر ابلیس نے (سجدہ نہ کیا) دیکھئے ملائکہ نے بلا طلب دلیل محض اعتماد پر سجدہ کیا یہ تو مقلد ہوئے اور ابلیس لعین نے بغیر دلیل کے سجدہ کرنے سے انکار کیا جو غیر مقلد ٹھہرا۔

حضرت ابوبکر صدیق اکبرؓ سے تقلید کا ثبوت حضرت صدیق اکبرؓ کی خلافت میں جمع قرآن کے سلسلہ میں حضرت عمرؓ نے حضرت ابوبکرؓ سے کہا کہ جنگ یمامہ میں بہت سے قراء شہید ہوگئے ہیں مجھے خطرہ ہے کہ اگر اسی طرح قراء شہید ہوتے رہے تو قرآن کا اکثر حصہ جاتا رہے گا۔ لہٰذا میری رائے ہے کہ جمع قرآن کا امر صادر فرمائیں۔ ابوبکرؓ نے جواب میں فرمایا ”کیف تفعل شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم“ یعنی جو کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نہیں کیا تم کیسے کروگے۔ مگر حضرت عمرؓ بار بار جواب میں یہی دہراتے رہے ”واللہ ھو خیر“ بخدا یہ بہترین کام ہے۔ حتیٰ کہ حضرت صدیق اکبرؓ نے قبول فرمالیا اور مان گئے۔ یہاں پر حضرت عمرؓ نے کوئی دلیل بیان نہیں کی اور صدیق اکبرؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی بات کو بالآخر بلا دلیل ہی تسلیم کیا جسے تقلید کہا جاتا ہے۔

۳۔ اہلِ مدینہ کی تقلیدِ شخصی

اہلِ مدینہ نے حضرت عبداللہ بن عباس سے ایک مسئلہ کی تحقیق کرنا چاہی مگر انہیں جب معلوم ہوا کہ ابن عباسؓ کا مسلک اس مسئلہ میں امام اہلِ مدینہ زید بن ثابتؓ کے خلاف ہے تو انہوں نے ابن عباس کا فتویٰ ماننے سے انکار کر دیا بخاری شریف میں ہے

عن عکرمۃؓ ان اھل المدینۃ سئلوا ابن عباسؓ عن امرأۃ طافت ثم حاضت قال لھم تنفر قالوا لا ناخذ بقولك وندع قول زیدؓ

اہلِ مدینہ نے (مکہ معظمہ میں) حضرت ابن عباس سے یہ مسئلہ پوچھا کہ جو عورت طواف زیارت کرنے کے بعد حائضہ ہو جائے وہ طواف وداع کرکے جا سکتی ہے یا نہیں؟ فرمایا جا سکتی ہے اس پر اہلِ مدینہ کہنے لگے کہ ہم حضرت زید بن ثابت کا قول چھوڑ کر آپ کے قول پر عمل نہیں کریں گے۔

فتح الباری ص۳۸۴ج۳ میں بھی قتادہ کے طریق سے ان الفاظ کے ساتھ ہے۔ "لا نتابعك اذا خالفت زید بن ثابت" اور عمدۃ القاری ص۱۰۲ج۱۰ میں یہ الفاظ ہیں۔ "فقالت الانصار لا نتابعك یا ابن عباس وانت تخالف زیدا اھ" یعنی انصار مدینہ نے حضرت ابن عباس کو مخاطب کرتے ہوئے کہا ہم آپ کی متابعت (تقلید) نہیں کریں گے جبکہ آپ کا قول (ہمارے امام) زید بن ثابتؓ کے خلاف ہے ——— دیکھئے حضرات اہل مدینہ حضرت زید بن ثابت کی شخصی تقلید پر کس طرح جمے ہوئے تھے کہ حضرت ابن عباس ایسے متبحر عالم کی متابعت سے بھی صاف انکار کر دیا۔ اس سے بڑھ کر تقلید شخصی کیا ہوگی (جبکہ حضرت ابن عباسؓ نے بھی ان پر کوئی نکیر نہیں فرمائی)۔

۴۔ فرمانِ نبوت میں تقلیدِ شخصی

قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اصحابی کالنجوم فبایھم اقتدیتم اھتدیتم اھ مشکوٰۃ ص۵۵۴ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے سب اصحاب (آسمانی) ستاروں کی مانند ہیں پس ان میں سے جس کی پیروی (تقلید) کرو گے سیدھا راستہ پالو گے ——— اس حدیث پاک میں دلیل طلب کرنے کا ذکر نہیں بلکہ جس صحابی کی بھی پیروی کریں گے ہدایت پالیں گے اور یہی تقلید شخصی ہے۔

۵۔ ایک اور حدیث

عن حذیفۃؓ قال قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اقتدوا

حضرت حذیفہؓ سے مروی ہے کہ حضرت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ میرے بعد حضرت ابوبکر اور حضرت عمر کی اقتدا (تقلید)

بالذین من بعدی ابی بکرؓ و عمرؓ اھ   کیا کرنا ۔ (ترمذی ص۲۰۷)

ف. من بعدی سے مراد ان دونوں حضرات کی حالتِ خلافت ہے جس کا مطلب ہوا کہ انکے دورِ خلافت میں انکی اتباع وتقلید کرنا اور ظاہر ہے کہ خلیفہ الگ الگ زمانہ میں ہوں گے اور یہ نہیں فرمایا کہ ان سے احکام کی دلیل بھی دریافت کر لیا کرنا گویا پوری امت کو حضرت ابوبکر صدیقؓ کے دورِ خلافت میں انکی تقلید کا اور عہدِ فاروقی میں حضرت عمرؓ کی تقلید کا امر فرمایا :

۶۔ اجماعِ اُمت سے ثبوت

وما خالف الائمة الاربعة مخالف للاجماع وقد صرح في التحرير ان الاجماع انعقد على عدم العمل بمذهب مخالف للاربعة لانضباط مذاهبهم وكثرة اتباعهم

ائمہ اربعہ کے خلاف چلنے والا اجماع کا مخالف ہے (ابن ہمامؒ اپنی کتاب) تحریر میں تصریح فرماتے ہیں کہ ائمہ اربعہ کے مذاہب کے خلاف کسی مذہب پر عمل کرنا اجماعاً جائز نہیں کیونکہ ان حضرات کے مذاہب منضبط ہیں اور انکے متبعین (مقلدین) کثیر ہیں

(اشباہ)

۷۔ ائمہ مجتہدین سے تقلید کا ثبوت

واذا كان المفتي على هذه الصفة فعلى العامي تقليده وان كان المفتي اخطاء فذلك ولا معتبر لغيره هكذا روى الحسن عن ابي حنيفةؒ وابن رستم عن محمد وبشير بن الوليد عن ابي يوسفؒ :

جب مفتی اس صفت کا مجتہد ہو تو عامی آدمی (غیر مجتہد) پر اسکی تقلید ضروری ہے خواہ مفتی سے خطا ہو جائے اور اس کے غیر کا اعتبار نہیں

(کفایہ شرح ہدایہ کتاب الصوم)

قال الشيخ ابوبكر الرازي منا والامام ابوسعيد البردعي والامام فخر الاسلام البزدوي وشمس الائمة السرخسي قدس الله ارواحهم واتباعهم ومالك والشافعي في القول القديم واحمد في رواية قول الصحابي فيما

حنفیہ میں سے شیخ ابوبکر رازی اور امام ابوسعید بردعیؒ اور امام فخر الاسلام بزدوی اور شمس الائمہ سرخسی اور انکے متبعین امام مالکؒ اور امام شافعیؒ قول قدیم میں اور امام احمد بن حنبل ایک روایت میں یہ سب حضرات فرماتے ہیں کہ صحابیؓ کا وہ قول جس میں

يمكن فيه الرأى ملحق بالسنة لغير الصحابى فيجب عليه تقليده وترك رأيه لرأيه انوار تحرير الرجوت ۲۲ ؎ مسلم الثبوت ۲۲ ؎)

اسکے اجتہاد کو دخل ہے غیر صحابی کیلئے سنت کا حکم رکھتا ہے لہذا اپنی رائے چھوڑ کر صحابی کی تقلید کرنا اس پر واجب ہے۔

۸۔ فقہاء وعلماء سے تقلید کا ثبوت

وعلى هذا ينبغى ان يقاس وجوب التقليد لامام بعينه فانه قد يكون واجباً وقد لا يكون واجبا فاذا انسان جاهل فى بلاد الهند وبلاد ماوراء النهر وليس هناك عالم شافعى ولا مالكى ولا حنبلى ولا كتاب من كتب هذه المذاهب وجب عليه ان يقلد بمذهب ابى حنيفة ويحرم عليه ان يخرج من مذهبه لانه حينئذ يخلع عن عنقه ربقة الشريعة ويبقى سدى مهملاً اھ (الانصاف ص۵۳)

مناسب ہے کہ تقلید شخصی کے وجوب کو بھی اسی پر قیاس کر لیا جائے کیونکہ یہ کبھی واجب ہوتی ہے (جبکہ کسی مجتہد پر حسن ظن سے اعتماد کر لیا جائے) اور کبھی واجب نہیں ہوتی، اور اگر کوئی عام انسان (غیر مجتہد) ہندوستان یا ماوراء النہر کے علاقہ کا باشندہ ہو جہاں کوئی شافعی، مالکی یا حنبلی عالم موجود نہ ہو اور نہ ہی ان مذاہب کی کتب میسر آتی ہوں تو اس پر امام ابو حنیفہؒ کے مذہب کی تقلید کرنا واجب ہوگا اور اسے ترک کرنا حرام ہوگا کیونکہ ایسے میں (ترک تقلید کر کے) وہ شریعت کی رسی کو اپنی گردن سے اتار دے گا اور شتر بے مہار بن کے رہ جائے گا۔

طحطاوی حاشیہ درمختار میں ہے:

من كان خارجاً عن هذه الاربعة فى هذا الزمان فهو من اهل البدعة والنار اھ

اس زمانہ میں جو شخص ان چاروں مذہبوں سے علیحدگی اختیار کرے گا وہ بدعتی اور دوزخی ہوگا۔

حضرت زید بن ثابتؓ سے ثبوت

مذکورہ واقعہ ہی میں جب حضرات شیخینؓ جمع قرآن پر متفق ہو گئے تو حضرت صدیق اکبرؓ نے حضرت زید بن ثابتؓ کے سامنے یہ بات رکھی جس کا پہلے پہل انہوں نے بھی انکار کیا اور وہی کلمہ کہا "کیف تفعلون شیئاً لم یفعلہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم" اور سیدنا صدیق اکبرؓ جواب میں "واللہ ھو خیر" فرماتے رہے کہ خدا کی قسم یہی بہتر ہے۔ بالآخر حضرت زیدؓ کی رائے بدل گئی اور انہوں نے حضرت صدیقؓ کی بات کو بلا دلیل ہی

تسلیم کر لیا کیونکہ صدیق اکبرؓ نے بھی حضرت عمرؓ کی طرح واللہ ھو خیر ”تو کہا مگر قرآن و حدیث سے کوئی دلیل بیان نہیں فرمائی اور حضرت زید بن ثابتؓ نے سے یونہی مان لیا جو کہ تقلید ہے اور جو کچھ مواد پیش کیا گیا ہے اس سے تقلید کا ثبوت و جواز بخوبی واضح ہوجاتا ہے جسے تسلیم کرنے سے ایک منصف کے لئے کوئی چارہ کار نہیں مگر پھر بھی بعض کم فہم اس شبہ میں مبتلا رہتے ہیں کہ ان دلائل سے تو نفس تقلید کا ثبوت ملتا ہے حالانکہ اصل نزاع تقلید شخصی کے بارے میں ہے اس لئے چند دلائل تقلید شخصی کے بھی اختصار کے ساتھ ذکر کئے جاتے ہیں:

نمبر (۱) فرمان خداوندی ہے: فاسئلوا اهل الذكر ان كنتم لا تعلمون۔ علامہ بیضاویؒ فرماتے ہیں۔ وفی الآية دلالة على وجوب المراجعة الى العلماء فيما لا يعلم اھ آیت اور اس کی تفسیر سے بظاہر مطلق تقلید مامور بہ ہوئی اور کسی خاص فرد کی تعیین نصوص میں وارد نہیں تو اس کے ضمن میں اس کے دونوں افراد بھی مامور بہ قرار پائیں گے کیونکہ مطلق تقلید کا تحقق خارج میں انہی دو افراد میں سے کسی کے ضمن میں ہوگا اور ترجیح بلا مرجح ممتنع ہے لہٰذا تقلید شخصی بھی ایسے ہی مامور بہ ہے جیسے کہ غیر شخصی۔

نمبر (۲) اصل کے اعتبار سے تقلید شخصی و غیر شخصی دونوں جائز ہیں۔ حضرات تابعینؒ کے عہد سے کم و بیش دونوں پر عمل درآمد ہوتا رہا ہے جیسا کہ حضرت شاہ ولی اللہ صاحب قدس سرہٗ کے کلام سے عنقریب معلوم ہوگا۔ البتہ فرق اتنا ہے کہ پہلی دو صدیوں میں تقلید غیر شخصی غالب تھی اور تیسری صدی میں تقلید شخصی کا غلبہ ہوگیا بلکہ اس وقت تو یہ اس قدر عام اور شائع ہوگئی تھی کہ ڈھونڈنے پر بھی ایسے افراد کم ہی ملتے تھے جو کسی نہ کسی مجتہد کے مقلد اور اس کے مذہب پر اعتماد نہ رکھتے ہوں۔ حضرت شاہ صاحبؒ ارقام فرماتے ہیں۔

”وبعد المأتين ظهر فيهم التمذهب للمجتهدين باعيانهم وقلّ من كان لا يعتمد على مذهب مجتهد بعينه وكان هو الواجب فى ذلك الزمان“ اھ (انصاف ص۵۹)	اور دوسری صدی کے بعد تقلید شخصی کا ظہور ہوگیا، اور ایسے لوگ کم ہی ملتے تھے جو کسی نہ کسی مذہب کی تقلید شخصی نہ کئے ہوئے ہوں اور اس زمانہ میں یہی واجب تھا۔

بلکہ دوسرے الفاظ میں یوں کہنا چاہئے کہ اس زمانہ میں تقلید شخصی پر اجماع قائم ہوگیا تھا۔ حضرت شاہ صاحب مرحوم اپنی کتاب حجۃ اللہ ص۱۲۳ میں ارشاد فرماتے ہیں

إن هذه المذاهب الاربعة المدونة المحررة قد اجتمعت الامة ومن يعتد به منها على تقليدها الى يومنا هذا۔ الخ	پوری اُمت یا کم از کم ایسے علماء جو دین میں قابل اعتماد و اعتبار ہیں اس بات پر اجماع ہے کہ مذاہب اربعہ مدونہ کی شخصی تقلید جائز ہے۔

پس جب پوری اُمّت میں تقلیدِ شخصی کا شیوع اور عموم مد اجماع تک موجود ہے تو کیسے ممکن ہے کہ پُوری اُمّت کو گمراہ قرار دیا جائے اور یہی تقلیدِ شخصی بقول شاہ صاحب قدس سرہٗ دوسری صدی کے بعد درجۂ وجوب کو پا چکی تھی تو اسے حرام و ناجائز کیسے کہا جا سکتا ہے۔ کیا واجب کی کوئی قسم حرام اور ناجائز بھی ہے ؟۔ حضرت شاہ صاحبؒ تصریح فرما رہے ہیں کہ تقلیدِ شخصی پر اُمّت مجتمع ہو گئی —— حالانکہ نبیٔ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشادِ گرامی ہے : " لا تجتمع اُمّتی علی ضلالۃ " کہ میری اُمّت گمراہی پر جمع نہیں ہو گی —— ان دونوں باتوں کو صحیح مانتے ہوئے ایک مسلمان کے لئے کیونکر ممکن ہے کہ وہ تقلید کو ضلالت کہنے کی جُرأت کر سکے۔

فائدہ :۔ واضح رہے کہ تقلیدِ شخصی فی نفسہٖ کسی بھی مسلّم امام و مجتہد کی جائز ہے اس کا ائمہ اربعہ میں سے ہونا ضروری نہیں چنانچہ بیسیوں مجتہدین حضرات کے مذاہب کتابوں میں نقل ہوتے چلے آئے ہیں اور اپنے اپنے وقت میں ان کے متبعین بھی پائے جاتے رہے ہیں لیکن مرورِ زمانہ کے ساتھ ساتھ عملی لحاظ سے یہ مذاہب و مسالک بھی معدوم ہوتے چلے گئے۔ صرف ائمہ اربعہ امام ابو حنیفہؒ، امام مالکؒ، امام شافعیؒ، امام احمدؒ رحمہم اللہ تعالیٰ اجمعین یا ان کے متبعین کے مذاہب باقی رہ گئے۔ علاوہ ازیں کچھ داخلی و خارجی اسباب و عوامل تھے جن کی بناء پر متاخرین نے اتفاق کیا کہ اس زمانہ میں مذاہب اربعہ مشہورہ کی تقلید فرض ہے اور ان سے خروج جائز نہیں جیسا کہ علامہ مناویؒ نے تصریح فرمائی ہے۔

اما الیوم فلا یجوز تقلید غیر الائمۃ الاربعۃ فی قضاء ولا افتاء ۱۰ (الامانی ص۲۶)	اس زمانے میں قضاء اور افتاء کے لئے ائمہ اربعہ کے علاوہ کسی کی تقلید جائز نہیں۔

اسباب و عوامل حضرت شاہ صاحبؒ نے اپنی تصنیفات میں ان عوامل و اسباب کی نشاندہی فرمائی ہے جن کی وجہ سے صرف مذاہب اربعہ کی تقلید پر ہی اتفاق کیا گیا۔ ہم نمونے کے طور پر ذکر کئے دیتے ہیں۔

الف :۔ یہ مذاہب اپنے اصول و فروع کی وسعت اور جامعیت کے لحاظ سے اس حیثیت میں ہیں کہ اُمّت اپنی انفرادی و اجتماعی زندگی میں ان سے مکمل رہنمائی حاصل کر سکتی ہے۔

ب :۔ ان مذاہب کے تمام مسائل و جزئیات جمیع قیود و شروط کے ساتھ کتابوں میں مدون اور منضبط ہیں

ت :۔ ہر مذہب میں نقل مسائل و تحریر دلائل کی بیسیوں کتابیں متون، شروح کتب فتاویٰ وغیرہ کی

من المصالح مصالحاً لا يخفی لا سیما فی هذه الایام التی قصرت فیها الھمم جداً و اشربت النفوس الھوی و اعجب کل ذی رای برایه	اس زمانہ میں جبکہ لوگوں کی ہمتیں کوتاہ ہوگئی ہیں اور خواہش نفسانی کا اتباع عام ہوگیا ہے اور ہر ذی رائے خود پسندی میں مبتلا ہے ۔

(حجۃ اللہ البالغۃ ص۱۵۴)

ج ـــــ صرف داخلی اور ظاہری عوامل ہی نہیں بلکہ ان مذاہب کے شیوع و بقار کا ایک اور معنوی اور باطنی سبب یہ بھی تھا کہ حق تعالیٰ شانہ نے اپنی عنایت خاصہ سے ان مذاہب کو ایسی قبولیت عامہ عطا فرمائی جس کی نظیر موجود نہیں اسی کا یہ اثر تھا کہ پورے عالم اسلام میں عوام و خواص شعوری یا غیر شعوری طور پر انہیں کو اختیار کرتے چلے گئے ۔ ان پر جمع کرنے والی آواز کو کسی نے نہیں سنا مگر دنیا نے دیکھا کہ شرق و غرب میں پوری امت کے قلوب کھنچتے گئے تا آنکہ ان کے علاوہ کوئی مذہب باقی نہ رہا ۔ حضرت شاہ صاحبؒ موصوف فرماتے ہیں ۔

وبالجملۃ فالتمذھب للمجتھدین سر الھمہ اللہ العلماء وجمعھم علیہ من حیث یشعرون او لا یشعرون اھ (انصاف ص۵۲) خلاصہ یہ کہ تقلید شخصی ایک ایسا بھید ہے جسے علماء کے لئے اللہ تعالیٰ نے الہام کیا اور انہیں اس پر شعوری یا غیر شعوری طور پر جمع فرما دیا ۔ ایسے ہی تفسیر احمدی میں ہے :-

والانصاف ان انحصار المذاھب فی الاربعۃ و اتباعھم فضل اللہ وقبولیۃ عند اللہ لا مجال للتوجیھات و الادلۃ (ص۲۹۶) انصاف یہ ہے کہ فقہی مسالک کا ان چار میں منحصر ہو جانا ایسا فضل الٰہی اور اللہ تعالیٰ کے ہاں مقبولیت کی بات ہے کہ جس میں کسی توجیہ اور دلیل کا کچھ دخل نہیں ۔

صورت میں دستیاب ہیں اور ان کے پڑھنے پڑھانے والے ہر زمانہ میں پائے جاتے رہے ہیں ۔ اور ان کے مقابل میں دوسرے فقہی مسالک میں جامعیت کی یہ شان موجود نہیں اور نہ ہی مستقل طور پر ان کی تدوین و تحریر کا کماحقہ انتظام ہو سکا ہے ۔ شاہ ولی اللہ صاحبؒ ارشاد فرماتے ہیں

" لیس مذھب فی ھذہ الازمنۃ المتاخرۃ بھذہ الصفۃ الا ھذہ المذاھب الاربعۃ (عقد الجید ص۳۶) اس زمانہ اخیر میں کوئی مذہب بایں صفت (کہ اس کی تمام جزئیات منضبط ہوں) مذاہب اربعہ کے علاوہ موجود نہیں " نیز فرماتے ہیں :

ان ھذہ المذاھب الاربعۃ المدونۃ المحررۃ قد اجتمعت الامۃ او من یعتد بہ فیھا علی جواز تقلیدھا الی یومنا ھذا وفی ذلک	تقریباً تمام امت کا اب تک اجماع ہے کہ ان مذاہب اربعہ مدونہ کی تقلید جائز ہے اور اس میں بہت سی مصلحتیں ہیں جو کہ مخفی نہیں خصوصاً



پر بعض شبہات اور ان کے جوابات

بعض غیر مقلدین حضرات طرح طرح کے اعتراضات وشبہات پیش کرکے سادہ لوح عوام کو پریشان کرتے رہتے ہیں۔ اس لئے آخر میں ہم چیدہ چیدہ شبہات اور انکے جوابات نقل کئے دیتے ہیں تاکہ ناواقف حضرات مبتلاء فریب نہ ہوں ۔ ——

(۱) :۔ چاروں مذاہب باہم مختلف ہوتے ہوئے حق کیسے ہوسکتے ہیں ؟

جواب :۔ مذاہبِ اربعہ کا اصل مرکز ومنبع تو قرآن وحدیث ہی ہے مگر قوتِ استنباط اور مدارکِ اجتہاد مختلف ہونے کی وجہ سے مسائل اجتہادیہ میں اختلاف کا ظہور ہوا۔ جیسے ایک چشمہ کا صاف وشفاف پانی مختلف رنگوں کے شیشوں میں بھر دیا جائے تو اسمیں اختلاف صرف شیشوں کے رنگوں کا ہے ورنہ پانی ایک ہی چشمہ کا ہے ایسے ہی مذاہب اربعہ میں اختلاف صرف اجتہادی رنگوں کا ہے ورنہ پانی سب میں قرآن وحدیث کے چشمۂ صافی کا ہے۔

(۲) :۔ جب چاروں مذاہب حق ہیں تو پھر شخصی [illegible] کی کیا ضرورت ہے جس امام کے مسئلہ پر چاہا اسی پر عمل کرلیا ؟

جواب :۔ تجربہ اور مشاہدہ میں یہ بات آچکی ہے کہ اس وقت اکثر طبائع میں فساد اور غرض پرستی غالب ہے اور احادیثِ فتن میں اسکی خبر بھی دی گئی ہے لہذا اگر تقلید میں یہ عموم باقی رکھا جائے کہ جس امام کے مسئلہ پر چاہے اسی پر عمل کرلے تو اسمیں کئی طرح کی خرابیوں میں سے ایک یہ بھی ہے کہ مسائل اختلافیہ میں اسی قول کو لیا جائے گا بلکہ تلاش کیا جائے گا جو اپنی خواہش کے موافق ہو اور مطلوبہ غرض اس سے حاصل ہوتی ہو

ایسے شخص نے اس قول کو دین سمجھ کر قبول نہیں کیا بلکہ اپنا مطلب پُورا کیا ہے اس طرح سے یہ شخص ہمیشہ دین کو اپنی خواہش کے تابع بنائے گا خواہشات کو دین کے تابع نہ کرے گا حالانکہ حدیث شریف میں ہے کہ جب تک کوئی شخص اپنی خواہش کو میرے لائے ہوئے دین کے تابع نہ کرے وہ مومن نہیں ہے۔

(۳) :۔ قرآن پاک میں ظن وقیاس کی مذمت آئی ہے :۔ اِنَّ الظَّنَّ لَا یُغْنِی مِنَ الحق شیئاً۔
یعنی ظن افادہ حق میں بالکل کافی نہیں اور قیاس واجتہاد ظنی چیز ہے پھر اسکی تقلید کیونکر مفید ہوگی۔

جواب :۔ اس آیت میں ظن سے مراد مطلق ظن نہیں ہے ورنہ بہت سی احادیث سے بھی ہاتھ دھونا پڑے گا اس لئے کہ اکثر احادیث اخبار احاد ہیں جو کہ ظنی ہوتی ہیں۔ بلکہ یہاں وہ ظن مراد ہے جو بلا دلیل گمان کہلاتا ہے اور یہی قابلِ مذمت ہے۔

(۴) :۔ قرآنِ پاک میں تقلید کی مذمت وارد ہے۔ واذا قیل لھم اتبعوا ما انزل اللہ قالوا بل نتبع ما وجدنا علیہ آباءنا اولو کان آباءھم لا یعقلون شیئاً ولا یھتدون۔
یعنی ان کفار سے جب کہا جاتا ہے کہ پیروی کرو ان احکام کی جو اللہ تعالیٰ نے نازل فرمائے ہیں تو جواب میں کہتے ہیں کہ نہیں ہم تو اسی طریق کی پیروی کریں گے جس پر ہم نے اپنے باپ دادا کو پایا ہے (حق تعالیٰ بطور رد کے فرماتے ہیں) کیا وہ ہر حال میں پیروی کرتے رہیں گے اگرچہ ان کے باپ دادا نہ کچھ دین کو سمجھتے ہوں نہ حق کی راہ پاتے ہوں ـــــ پس معلوم ہوا کہ قرآن و حدیث کے ہوتے ہوئے اپنے بزرگوں کے طریقہ پر چلنا بُرا ہے

جواب :۔ آیت کے ترجمہ ہی سے معلوم ہوسکتا ہے کہ فقہاء مجتہدین کی تقلید سے اس آیت کا کوئی بھی تعلق نہیں بلکہ اسمیں تو تقلیدِ کفار کا ذکر ہے اور دو طرح سے اسکی مذمت کی گئی ہے۔ اوّلؔ :۔ یہ کہ وہ آیات و احکام کو رد کرتے ہوئے کہتے ہیں کہ ہم ان کو نہیں مانتے بلکہ اپنے بُزرگوں کی اتباع اور پیروی کرتے ہیں۔ دُوسرے یہ کہ اُن کے وہ بُزرگ دین کی سمجھ اور ہدایت سے یکسر خالی تھے۔ اور مجتہدین کی تقلید میں یہ دونوں باتیں نہیں پائی جاتیں ـــــ کیونکہ کوئی مقلد بھی یہ نہیں کہتا کہ ہم قرآن و حدیث کو نہیں مانتے۔ بلکہ وہ تو یہ کہتا ہے کہ میں بے علم یا کم علم ہوں اور فلاں امام قرآن و حدیث کے ماہر انکے مطالب و معانی کو خوب صحیح صحیح سمجھتے ہیں لہذا میں ان کے سمجھے اور بتائے ہوئے مطالب کے موافق قرآن و حدیث پر عمل کر دوں گا۔ غرض مقلد قرآن و حدیث کو رد نہیں کرتا بلکہ مجتہد سے انکے احکام و مطالب پُوچھ کر ان پر عمل کرتا ہے جیسے وہ غلام جو اپنے آقا کی زبان نہیں جانتا مگر ترجمان کے ذریعہ احکامات معلوم کرکے دل وجان سے تعمیلِ ارشاد کرتا ہے تو کوئی باشعور آدمی اس

یہ الزام نہیں دے سکتا کہ آقا کے بجائے اس کے ترجمان کی اطاعت پر کمربستہ ہے۔ اور پھر مقلد فہم و درایت اور علم و ہدایت سے کورے لوگوں کی تقلید نہیں کرتا بلکہ ایسے حضرات کی جو رشد و ہدایت اور فہم و فراست کے آفتاب و ماہتاب تھے۔ علم و ورع تقویٰ و تقدس میں یگانۂ روزگار تھے پوری دنیا نے جنہیں فقہاؑ و مجتہدین اور ائمۂ ھدیٰ کے لقب سے یاد کیا ہے۔ "چہ نسبت خاک را با عالم پاک"

چراغ مردہ کجا چشمہ آفتاب کجا ٭ ببیں تفاوت راہ از کجاست تا بکجا

(۵) :۔ حضرات مجتہدین نے خود فرمایا ہے کہ ہمارے قول پر عمل درست نہیں جب تک کہ اسکی دلیل معلوم نہ ہو پس جن کی تقلید کرتے ہو وہی تقلید سے منع کرتے ہیں۔

جواب :۔ ائمہ مجتہدین نے جہاں کہیں تقلید سے منع کیا ہے اس کے مخاطب وہ لوگ ہیں جو خود درجۂ اجتہاد تک پہنچے ہوئے ہیں ——— امام شعرانی" فرماتے ہیں :۔ وھو محمول علی من لہ قدرۃ علی استنباط الاحکام من الکتاب والسنۃ والا فقد صرح العلماء بان التقلید واجب علی العامی لئلا یضل فی دینہ[1]

یعنی تقلید کی ممانعت اس شخص کے لئے ہے جو پورا مجتہد ہو ورنہ علماء کرام تصریح فرماتے ہیں کہ غیر مجتہد پر تقلید واجب ہے تاکہ وہ اپنے دین میں گمراہ نہ ہو جائے ——— نیز ارشاد ہے۔

وھو محمول علی من اعطی قوۃ الاجتھاد اما الضعیف فیجب علیہ التقلید لاحد من الائمۃ والا ھلک وَضَلَّ[2] ———————

یعنی اصحاب اجتہاد کو تقلید سے منع کیا گیا ہے جبکہ غیر مجتہد پر کسی ایک امام کی تقلید واجب ہے ورنہ وہ برباد اور گمراہ ہو جائے گا اف، خود سوال میں غور کرنے سے بھی معلوم ہو سکتا ہے کہ تقلید سے اہل اجتہاد کو ہی منع کیا گیا ہے کیونکہ دلیل کی معرفت پر قدرت مجتہد ہی کو ہو سکتی ہے۔

نیز یہ کہنا کہ ائمہ مجتہدین اپنی تقلید سے منع کرتے ہیں :۔ اس لئے بھی صحیح نہیں کہ وہ حضرات عام لوگوں کو جو فتویٰ دیا کرتے تھے وہ اکثر دلائل اور بیان ماخذ سے خالی ہوتا تھا جس سے معلوم ہوا کہ عملی طور پر وہ تقلید کو جائز ہی رکھتے تھے۔

(۶۶) :۔ جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ، صحابہ کرام اور تابعین عظام کے زمانہ میں تقلید نہ تھی لہذا بدعت ہے؟

جواب :۔ بیشک اس زمانہ میں تقلید کا لفظ استعمال عام میں نہ تھا مگر اسکی حقیقت اور معنی یقیناً عملی طور پر موجود تھا جیسا کہ بیشمار آثار سے معلوم ہوتا ہے اور اس کے بعض نظائر ہم نقل بھی کر چکے ہیں۔ البتہ زمانہ

بصدق و دیانت ورع و تقویٰ اور پرہیز گاری کا تھا جس میں تقلید شخصی چنداں ضروری نہ تھی بعد میں زمانہ بےپرکتی اور خود رائی کا آیا جس میں خطرہ تھا کہ دین خواہشات کے تابع ہو کر رہ جائے تو اس کے پیش نظر وقت کے ذمہ دار اہل علم نے تقلید شخصی کو واجب قرار دیا تو جس طرح حفاظتِ دین واجب ہے ایسے ہی تقلید شخصی بھی ایک وقت میں اسبابِ حفاظت اور اس کے مقدمات میں سے ہونے کی وجہ سے واجب ٹھہری کہ :۔
" مقدمۃ الواجب واجب " سے کسی کو انکار نہیں پس واضح ہو گیا کہ مطلق تقلید یا شخصی تقلید کو بدعت کہنا صحیح نہ ہوگا ورنہ تدوینِ حدیث، کتابتِ قرآن مع الترتیب وغیرہ بھی بدعت قرار پائیں گے —— اور پھر جب خواہش پرستی اور اتباعِ ہوا کی وبا، عام ہونے پر حفاظتِ دین کی خاطر اسے واجب لغیرہٖ مانا گیا ہے تو یہ شبہ بھی ختم ہو گیا کہ واجب تھی تو خیر القرون کے سلف صالحین اس کے تارک کیونکر ہوئے۔ اس لئے کہ ان کے مُبارک دور میں سلامتِ صدر، طہارتِ قلب، تقویٰ و تقدس کے پیش نظر ان کے لئے چنداں ضروری نہ سمجھا گیا۔

(۸) تقلید شخصی اگر ضروری ہی تھی تو حضرت ابوبکر و عمر اور دُوسرے صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین ایسے زیادہ مستحق تھے ؟

جواب :۔ تقلید شخصی کے لئے مجتہد کے مذہب کا مدوّن ہونا ضروری ہے اور صحابہ کرام میں سے کسی ایک کا بھی مذہب مدوّن نہیں اس لئے معذوری ہوئی اور کچھ ائمہ اربعہ کے ذریعہ انہی حضرات کا اتباع تو ہو رہا ہے۔

(۹) :۔ جو مسائل قرآن و حدیث میں منصوص ہیں انمیں تقلید کرنے کی کیا ضرورت ہے بلکہ خود اجتہاد بھی وہاں پر جائز نہیں —— ؟

جواب :۔ مسائل تین قسم کے ہیں۔ اوّلؔ وہ مسائل جن میں نصوص متعارض ہیں۔ دوّم وہ جنہیں نصوص متعارض تو نہیں البتہ معانی متعددہ کو محتمل ہیں سوّم وہ جنہیں نہ تعارض ہے اور نہ ہی معانی کے تعدد کا احتمال ہے۔ پس قسم اوّل میں رفعِ تعارض کے لئے مجتہد کو اجتہاد کی اور غیر مجتہد کو تقلید کی ضرورت ہوگی ایسے ہی قسم ثانی میں کسی ایک احتمال کی تعیین کے لئے اجتہاد و تقلید کی حاجت ہوگی۔ مذکورہ دونوں قسمیں ظنی الدلالت کہلاتی ہیں۔ اور قسم ثالث قطعی الدلالت کہلاتی ہے اسمیں ہم بھی نہ اجتہاد کو جائز کہتے ہیں اور نہ ہی اس اجتہاد کی تقلید کو۔

(۱۰) :۔ حدیث شریف میں ہے اَلدِّیْنُ یُسْرٌ —— یعنی دین آسان ہے اور تقلید شخصی میں بوجہ پابندی کے دشواری ہے لہٰذا تقلید شخصی دین کے خلاف ہے ؟

جواب :۔ دین کے آسان ہونے کا یہ معنی نہیں ہے کہ اسمیں نفس کو بھی کوئی ناگواری اور گرانی نہیں ہوتی ورنہ

قُوَّيْتِ وَاِنَّمَا يُجْتَبُوْٗ کا معنی کیا ہوگا۔ اور کون کہہ سکتا ہے کہ گرمیوں کے روزہ میں دشواری نہیں ہوتی اور کیا سردیوں کے وضو میں نفس کو مشقت نہیں ہوتی؟ بلکہ حدیث شریف کا مطلب یہ ہے کہ دین میں کوئی ایسا حکم مقرر نہیں کیا گیا جو انسان کی طاقت سے خارج ہو جیسا کہ لا یکلف اللہ نفسا الا وسعھا ــــ میں بھی اس کو بیان کیا گیا ہے تو اس اعتبار سے تقلید شخصی بھی آسان ہی ہے اور دین کے خلاف ہرگز نہ ہوگی۔

(۱۱) مذہبی نسبت کے طور پر اپنے کو حنفی یا شافعی وغیرہ کہنا بدعت و شرک ہے اس کے بجائے اپنے آپ کو محمدی کہنا چاہیئے؟

جواب: حنفی کا معنی ہے امام ابوحنیفہؒ کے مذہب اور طریق پر چلنے والا اور کسی مناسبت کی وجہ سے کسی دینی طریق کی نسبت غیر نبی کی طرف کرنا جائز ہے جیسا کہ حدیث شریف میں ہے۔ علیکم بسنتی وسنۃ الخلفاء الراشدین المھدیین" (ابوداؤد و ترمذی) کہ میرے طریق کو اور خلفاء راشدین کے طریق کو لازم پکڑو (اختیار کرو) اس حدیث میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے دینی طریق کی نسبت خلفاء راشدین کی طرف کی ہے اور اسی طرح کی نسبت تابعین میں بھی رائج تھی چنانچہ بخاری شریف ص۲۳۲ ج۱ پر ایک سند میں ہے:

"عن ابی عبد الرحمٰن وکان عثمانیا فقال لابن عطیۃ وکان علویا"

اس میں عثمانیاً اور علویاً کے کلمات اپنے اپنے دینی طریق کی طرف نسبت ظاہر کرنے کے لئے ہیں اور یہ دونوں حضرات تابعی ہیں ایسے ہی اگر کوئی ابوحنیفہؒ کے بیان کردہ دینی طریق کو اپنانے کی نسبت سے حنفی کہلاتا ہے تو اس میں بھی کوئی قباحت نہیں جبکہ اسکی نظیر سنت نبوی اور خیر القرون کے طریق میں ملتی ہے اور پھر یہ نسبت (یعنی حنفی) محمدی ہونے کے منافی بھی نہیں کہ اس کے بجائے استعمال ہوتی ہے۔ کیونکہ محمدی تو اس وقت کہا جائے گا، جبکہ دوسرے ادیان کے ماننے والوں مثلاً عیسائی یا یہودی وغیرہ سے امتیاز ظاہر کرنا مقصود ہو اور جب محمدیوں ہی کے مختلف طرق اور مذاہب میں سے کسی ایک کی تعیین مقصود ہو تو اس وقت حنفی یا شافعی وغیرہ ہی کہنا ہوگا اس موقع پر محمدی کہنا محض تحصیل حاصل ہے یہ شبہ غالباً دین اور مذہب میں فرق نہ کر سکنے کا نتیجہ ہے ورنہ ؏ ہر سخن وقتے و ہر نکتہ مقامے دارد

(۱۲) تقلید مجتہد کی جاتی ہے اور امام ابوحنیفہؒ مجتہد نہ تھے بلکہ بعض مورخین کے بقول انہیں صرف سترہ حدیثیں ہی پہنچی تھیں؟

جواب: حضرت امام اعظم ابوحنیفہ کا علمی مقام اور انکی محدثانہ شان کمال اجتہاد و استنباط علم و ورع

تقویٰ و تقدس کا مختصر تذکرہ اور نمونہ پچھلے اوراق میں ہم نے ذکر کر دیا ہے۔ آپکا مجتہد ہونا بلکہ امام المجتہدین
ہونا دوپہر کے سورج کی طرح درخشاں ہے۔ حافظ ذہبیؒ نے تذکرۃ الحفاظ میں امام صاحبؒ کا نام حفاظِ حدیث میں
ذکر کیا ہے اور محدثین حافظِ حدیث اس کو کہتے ہیں جسے کم از کم ایک لاکھ احادیث یاد ہوں۔ امام ابو حفص کبیرؒ
حضرت امام صاحبؒ کے اساتذہ کا شمار ۴ ہزار بتلاتے ہیں شیخ عبدالحق محدث دہلوی نے سفر السعادت میں علامہ قریشی
علامہ ابن حجر اور سیف الائمہ سائلی وغیرہ حضرات کے حوالہ سے حضرت امامؒ کے شیوخ و اساتذہ کی تعداد ۴ ہزار
ہی نقل کی ہے اگر بالفرض ایک استاد سے ایک حدیث ہی لیتے تو چار ہزار ہو جاتیں حالانکہ اسوقت حفاظ حدیث
ہی کا دور دورہ تھا۔ حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کا مشہور مقولہ ہے:۔ قولہ عندنا اذا لم یجد اثراً
کالاثر من رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کہ جب ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کوئی حدیث نہ ملے تو ہم ابو حنیفہؒ کے قول کو
حدیث کے بجائے سمجھتے ہیں۔ نیز فرمایا کرتے تھے کہ امام ابو حنیفہ کی بات کو انکی رائے مت کہو حدیث کی شرح اور
تفسیر کہو۔ یہ بھی فرمایا کہ علماء امام صاحب سے مستغنی نہیں ہو سکتے کم از کم حدیث کی شرح کے لئے تو انکی احتیاج ظاہر
باہر ہے۔ اور یہ بھی فرماتے کہ جس شخص کو امام صاحبؒ کے علم سے حصہ نہیں ملا وہ محروم ہے۔ انہی عبداللہ بن مبارک
نے امام صاحب سے ایک حدیث روایت کی ایک شخص نے کچھ کہا تو غصہ سے فرمایا کہ تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے
تم لوگوں کا اس سے کیا مقصد ہے جس کو خدا نے بلند مرتبہ بنایا ہے وہی بلند ہوگا اور جس کو خدا نے برگزیدہ کر لیا ہے
وہی برگزیدہ ہوگا اور فرمایا کہ میں نے بڑے بڑوں کو دیکھا ہے کہ امام صاحب کی مجلس میں انکی کوئی علمی حیثیت نہ تھی
اور میں نے خود کو کسی مجلس میں پہنچ کر حقیر نہیں پایا سوا امام صاحب کی مجلس کے ——— نیز یہ بھی فرماتے کہ
ابو حنیفہؒ سے بڑھ کر کوئی شخص اس لائق نہیں کہ اسکی پیروی کیجائے کیونکہ وہ امام تھے متقی تھے پرہیزگار تھے
عالم تھے فقیہ تھے انہوں نے اپنی سمجھ دانائی ذکاوت اور بصیرت سے علوم کا وہ انکشاف کیا کہ کوئی اس کی نظیر
نہ لا سکا ——— موفق ص ۵۰، ۵۲ ج ۲ ———

راقم الحروف نے یہاں پر صرف حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کے بعض اقوال پر اکتفا کیا ہے جو کہ حضرت امام اعظمؒ
کے جلیل القدر تلامذہ میں سے ہیں اور امام بخاری کے وہ عظیم الشان استاد ہیں جنہیں امام بخاریؒ نے اپنے رسائل میں
وقت کا سب سے بڑا عالم تسلیم کیا ہے بلکہ انکے مقابلہ میں دوسروں کو بے علم تک بھی کہہ دیا ہے۔
ان کے علاوہ اور بھی بہت سے لوگ ایسے ہوں گے جو حضرت عبداللہ بن مبارکؒ کو تو اپنے زمانہ کا سب سے
بڑا عالم امیر المؤمنین فی الحدیث اور وقت کا امام وغیرہ سب کچھ مانتے ہیں مگر خود عبداللہ بن مبارک نے جن

کو اپنا بڑا مانا اور سب کچھ سمجھا وہ انکی نظر میں کچھ نہ تھے اسکے لئے محدث ابو عصمہ سعد بن معاذ جب کسی سے ابن مبارک کے مقابلہ میں امام ابو حنیفہؒ کی تنقیص سنتے تو فرمایا کرتے تھے کہ "جو لوگ عبداللہ بن مبارکؒ کو امام سمجھتے ہیں اور خود عبداللہ نے جس کو امام مانا تھا اسکو امام نہیں مانتے انکی مثال شیعہ حضرات کی سی ہے کہ وہ حضرت علیؓ کو تو امام مانتے ہیں لیکن جن کو حضرت علیؓ نے اپنے لئے امام تسلیم کیا تھا ان کو امام ماننے کے لئے تیار نہیں (یعنی حضرت ابوبکر وعمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو) موفق ص ۲۶ ج ۲

وهذا آخر ما اردنا فی هذا الكتاب فالحمد لله الذی هدانا لهذا وما كنا لنهتدی لولا ان هدانا الله وصلی الله تعالیٰ علی خیر خلقه صفوة البریة وسید المرسلین وعلی آله وصحبه اجمعین :.

لہ امام اعظمؒ کی ممتاز شان اور علمی کمال کا واضح ترین ثبوت یہ ہے کہ دنیا کا کوئی محدث ایسا نہیں جو بالواسطہ یا بلا واسطہ امام موصوفؒ کا شاگرد نہ ہو، آپؒ کے اس مقام و مرتبت کے علم کے بعد زبانِ طعن دراز کرنا اپنے ہی نامہ اعمال کو سیاہ کرنا ہے۔
(ازہر)

شبہ: جن لوگوں کو حنفی مذہب سے عناد ہے وہ یہ شبہ پیش کیا کرتے ہیں کہ قطب الاقطاب سیدنا شیخ عبدالقادر جیلانی قدس سرہ العزیز نے غنیۃ الطالبین میں حنفیہ کو فرقہ ضالہ مرجیہ کے اقسام میں شمار کیا ہے۔

جواب: اس کے تفصیلی جواب کے لیے تو رسالہ الرفع والتکمیل مؤلفہ حضرت مولانا عبدالحی لکھنوی کو ص ۲۰ سے ص ۲۸ تک ملاحظہ فرمانا کافی ہوگا۔ البتہ اجمالی جواب یہ ہے کہ حضرت شیخ کی مراد فرقہ غسانیہ ہے۔ جس کا بانی غسان بن ابان کوفی (ہے۔ جو) اصول میں مرجیہ خیال کا معتقد تھا۔ اور فروع میں حضرت امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ تعالیٰ کی اتباع کا ادعاء کر کے حنفی کہلاتا تھا۔ چونکہ وہ اور اس کے متبعین بوجہ اعتقاد ارجاء باوجود اہل سنت والجماعت سے خارج ہونے کے پھر بھی اپنا لقب حنفیہ مشہور کیا کرتے تھے۔ اس لیے حضرت شیخ نے اصول اختلاف کے بیان میں اس فرقہ ضالہ کا تذکرہ ان کے مشہور لقب سے فرمایا چنانچہ لکھتے ہیں واما الحنفیۃ فہم اصحاب ابی حنیفۃ النعمان بن ثابت زعموا ان الایمان ھو المعرفۃ والاقرار باللہ ورسولہ الخ ورنہ جو لوگ اہل سنت والجماعت میں سے اصول و فروع میں حضرت امام اعظم ابوحنیفہؒ کے متبع و مقلد ہیں ان کو حضرت شیخ کیوں کر برا کہہ سکتے ہیں۔ اس لیے کہ جس اکرام و احترام سے دوسرے ائمہ مجتہدین کا نام ذکر کرتے ہیں اسی اکرام و احترام سے امام ابوحنیفہؒ کا اسم گرامی بھی ذکر فرماتے ہیں۔ چنانچہ نماز فجر کے وقت میں فرماتے ہیں:۔ وقال الامام ابوحنیفۃ رح الاسفار افضل۔ فقط